غامدیّت

غامدی صاحب کے افکار ونظریات کا منصفانہ جائزہ

مصنف

مفتی اہل سنت استاذ العلماء

محمد وسیم اختر المدنی الشاذلی دامت برکاتہ العالیہ

رئیس دار الافتاء فیضان شریعت کراچی

المکتبۃ الشاذلیۃ فی الباکستان

اردو

علم کی شمع

www.facebook.com/maktabahshazli

msp

غامدیّت

غامدی صاحب کے افکار و نظریات کا منصفانہ جائزہ

مصنف

مفتی اہل سنت استاذ العلماء

محمد وسیم اختر المدنی الشاذلی دامت برکاتہ العالیہ

رئیس دار الافتاء فیضان شریعت کراچی

المکتبۃ الشاذلیۃ فی الباکستان

اردو

علم کی شمع

www.facebook.com/maktabahshazli

جاوید احمد غامدی کے نظریات کا علمی محاسبہ

مکرم و محترم جناب حضرت مولانا مفتی رئیس دارالافتا فیضان شریعت مدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دین اسلام کامل و مکمل دین اور ربانی ضابطۂ حیات ہے، جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ بزرگ و برتر نے اپنے ذمہ لی ہے، اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں بہت سے فتنوں نے جنم لیا اور اسلامی عمارت کو ڈھانے کی بھرپور کوشش کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے علمائے امت کے ہاتھوں ان فتنوں کے تار پود بکھیر دیے اور حق کو بالکل واضح کر دیا، اسی طرح کا ایک فتنہ گزشتہ ڈیڑھ سو برس سے مغرب سے مرعوبیت کے زیر اثر جدت پسند الحادی فکر کا پیدا ہوا ہے، جس کی کوکھ سے بے شمار فتنے معرض وجود میں آرہے ہیں اور اگر فی زمانہ اس فتنے کو "اُم الفتن" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، ٹی وی کے ایک اسکالر جناب جاوید احمد غامدی صاحب آج کل اسی تجدد پسند الحادی فکر کے علم بردار ہیں، موصوف کی آراء وافکار نے ایک مستقل مکتب فکر یا نئے مذہب کی شکل اختیار کرلی ہے، جس کا بنیادی مقصد امت مسلمہ کو اس کے قابل فخر، قابل رشک، اور مضبوط ماضی سے کاٹنا اور اسے دین اسلام کی چودہ سو سالہ متفقہ اور متوارث تعبیر سے محروم کرنا ہے، یہ فتنہ شاید اس قدر پروان نہ چڑھتا اگر بعض علماء بھی جدت پسندی کی اس پُرفریب وادی میں نہ اترتے۔ اب چوں کہ پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا میں اس طرز فکر کی بے جا پذیرائی کے سبب یہ فتنہ ہمارے دروازہ پر آکھڑا ہوا ہے، بلکہ سادہ لوح عوام پے در پے اس کا شکار ہوتی جارہی ہے، اس لیے آپ حضرات کے سامنے غامدی صاحب کی چند بنیادی افکار وآراء باحوالہ پیش خدمت ہیں۔ برائے کرم ہمیں یہ بتایا جائے کہ یہ باتیں اسلام یا اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہیں یا مخالف؟

(1) قرآن کی صرف ایک ہی قراءت ہے، باقی قراءتیں قرآن نہیں، بلکہ فتنہ عجم کی باقیات ہیں:

"قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں امّت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے، یہ تلاوت جس قراءت کے مطابق کی جاتی ہے اس کے سوا کوئی دوسری قراءت نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔"(1)

"یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے جو ہمارے مصحف میں ثبت ہے، اس کے علاوہ اس کی جو قراءتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی یا پڑھائی جاتی ہیں یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں وہ سب انہیں فتنوں کے باقیات ہیں جن کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ افسوس ہے کہ محفوظ نہیں رہ سکا۔"(2)

(2) حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص کا مسئلہ محض سوء فہم اور قلتِ تدبر کا نتیجہ ہے:

"حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص کا یہ مسئلہ محض سوء فہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے، اس طرح کا کوئی نسخ یا تحدید و تخصیص سرے سے واقع ہی نہیں ہوئی کہ اس سے قرآن کی یہ حیثیت کہ وہ میزان اور فرقان ہے کسی لحاظ سے مشتبہ قرار پائے۔"(3)

(3) جانوروں کی حلت و حرمت کا معیار انسانی عقل و فطرت ہے:

---

(1) میزان، ص:27، ناشر: المورد، طبع پنجم، فروری 2010ء طابع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

(2) میزان، ص:32، حوالہ بالا

(3) میزان، ص:35، حوالہ بالا

"خدا کی شریعت نے بھی ان جانوروں کی حلت وحرمت کو اپنا موضوع نہیں بنایا، بلکہ صرف یہ بتا کر کہ تمام طیبات حلال اور تمام خبائث حرام ہیں (2) انسان کو اس کی فطرت ہی کی رہنمائی پر چھوڑ دیا ہے، چناں چہ شریعت کا موضوع اس باب میں صرف وہ جانور اور ان کے متعلقات ہیں جن کی حلت و حرمت کا فیصلہ تنہا عقل وفطرت کی رہنمائی میں کر لینا انسان کے لیے ممکن نہ تھا۔۔۔۔۔ لوگوں کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اسے بیان فطرت کے بجائے بیان شریعت سمجھا۔" (1)

(4) سنت خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتی، اس کا ماخذ امت کا اجماع ہے:

" جس طرح قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح سنت بھی اس سے ثابت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ لہٰذا قرآن ہی کی طرح سنت کا ماخذ بھی امت کا اجماع ہے۔"(2)

(5) اخبار آحاد سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا:

"نبی ﷺ کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اخبار آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ اُن سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔"(3)

(6) کسی کو کافر قرار دینا پیغمبر کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں:

"کسی کو کافر قرار دینا ایک قانونی معاملہ ہے، پیغمبر اپنے الہامی علم کی بنیاد پر کسی گروہ کی تکفیر کرتا ہے، یہ حیثیت اب کسی کو حاصل نہیں۔" (1)

---

(1) میزان، ص:37,36، حوالہ بالا

(2) میزان، ص:60، حوالہ بالا

(3) میزان، ص:61، حوالہ بالا

(8) کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دینے یا زکوٰۃ کا کوئی بھی نصاب مقرر کرنے کا ریاست کو اختیار ہے:

"ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے او رجن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے، ان کے لیے عام دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کر سکتی ہے۔"(2)

(9) مرتد کے قتل کی سزا زمانہ رسالت کے مشرکین کے لیے خاص ہے:

"یہی وہ ارتداد ہے جس کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من بدل دینہ فاقتلوہ" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم میں "من" اسی طرح زمانہ رسالت کے مشرکین کے لیے خاص ہے، جس طرح اوپر "اُمرت اَن اُقاتل الناس" میں "الناس" ان کے لیے خاص ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمارے فقہا کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے "الناس" کی طرح اسے قرآن میں اس کی اصل سے متعلق کرنے اور قرآن و سنت کے باہمی ربط سے اس حدیث کا مدعا سمجھنے کے بجائے اسے عام ٹھیرا کر ہر مرتد کی سزا موت قرار دی اور اس طرح اسلام کے حدود و تعزیرات میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا جس کا وجود ہی اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے۔"(3)

(10) کنوارے زانیوں کی طرح شادی شدہ زانیوں کی اصل سزا بھی سو کوڑے ہی ہے:

"امام حمید الدین فراہی کی اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ زانی کنوارا ہو یا شادی شدہ، اس کی اصل سزا تو سورہ نور میں قرآن کے صریح حکم کی بنا پر سو کوڑے ہی ہے، لیکن اگر مجرم زنا بالجبر کا

---

(1) ماہنامہ اشراق، ص:55-54، دسمبر 2000ء

(2) میزان، ص:351، حوالہ بالا

(3) البرہان، ص:143، 142، ناشر: المورد، طبع ششم، فروری 2009ء طابع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ارتکاب کرے یا بدکاری کو پیشہ بنالے یا کھلم کھلا اوباشی پر اتر آئے یا اپنی آوارہ منشی، بدمعاشی اور جنسی بے راہ روی کی بنا پر شریفوں کی عزت وناموس کے لیے خطرہ بن جائے یا مردہ عورتوں کی نعش قبروں سے نکال کر اُن سے بدکاری کا مرتکب ہو یا اپنی دولت اور اقتدار کے نشے میں غربا کی بہو بیٹیوں کو سربازار برہنہ کرے یا کم سن بچیاں بھی اس کی درندگی سے محفوظ نہ رہیں تو مائدہ کی اِس آیت محاربہ کی رو سے اُسے رجم کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زنا کی سزا کے بارے میں اپنا جو نقطۂ نظر ہم نے اوپر بیان کیا ہے، اُس سے یہ حقیقت بالکل مبرہن ہو جاتی ہے کہ کنوارے زانیوں کی طرح شادی شدہ زانیوں کی سزا بھی قرآن مجید کی رو سے ضربِ تازیانہ ہی ہے۔"[1] (3)

(11) ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کا آسمان سے نزول محل نظر ہے:

"ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کو بھی قیامت کی علامات میں شمار کیا جاتا ہے، ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے ظہور مہدی کی روایتیں محد ثانہ تنقید کے معیار پر پوری نہیں اترتیں، ان میں کچھ ضعیف ہیں اور کچھ موضوع ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ بعض روایتوں میں جو سند کے لحاظ سے قابل قبول ہیں ایک فیاض خلیفہ کے آنے کی خبر دی گئی ہے، لیکن دقت نظر سے غور کیا جائے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا مصداق سیّدنا عمر بن عبدالعزیز تھے جو خیر (۳) القرون کے آخری خلیفہ بنے۔۔۔۔۔ نزول مسیح کی روایتوں کو اگرچہ محدثین نے بالعموم قبول کیا ہے، لیکن قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیے تو وہ بھی محل نظر ہیں۔"[2]

(12) داڑھی رکھنا دین کا کوئی حکم نہیں ہے:

"اسے باعث سعادت سمجھنا چاہیے، لیکن یہ دین کا کوئی حکم نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص

---

(۱) البرہان، ص:92,91، حوالہ بالا

(۲) میزان، ص:177، 178، حوالہ بالا

داڑھی نہیں رکھتا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی فرض یا واجب کا تارک ہے، یا اس نے کسی حرام کا یا ممنوع فعل کا ارتکاب کیا ہے۔"[1]

یہ جناب غامدی صاحب کے مشتے نمونہ از خروارے چند بنیادی نظریات وافکار کی نشاندہی ہے، جو انہوں نے جدید دین کی تعبیر میں ذکر کیے ہیں اور ان کے شاگرد و فیض یافتہ تو اس معاملے میں ان سے دس قدم آگے ہیں! لہٰذا اب سوال یہ ہے کہ:

ڈ۔۔۔۔۔۔آیا یہ افکار و نظریات قرآن وسنت کی روشنی میں درست ہیں؟

ذ۔۔۔۔۔۔جو ان نظریات کا حامل ہو اس کا کیا حکم ہے؟

ر۔۔۔۔۔۔مذکورہ بالا نظریات کے حاملین اور غامدی صاحب کے پیروکاروں سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

ڑ۔۔۔۔۔۔ان لوگوں سے نکاح کرنا، اُن کی خوشی غمی میں شریک ہونا درست فعل ہے؟

ز۔۔۔۔۔۔اس قسم کے نظریات کے حامل شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

ژ۔۔۔۔۔۔غامدی صاحب اور ان سے متاثر نام نہاد تحقیق والے اسکالرز کے لٹریچر کی نشرواشاعت کرنا جائز ہے؟

س۔۔۔۔۔۔عوام کے لیے ان لوگوں کی تحریر وتقریر کا پڑھنا سننا کیسا ہے؟

ش۔۔۔۔۔۔غامدی فتنہ کی تردید کے لیے علمائے کرام پر کیا ذمے داری عائد ہوتی ہے؟

(1) مقامات، ص:139,138، ناشر:المورد، طبع اول، نومبر2008ء طابع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

مذکورہ بالا باتوں یا دیگر ان کے فاسد عقائد و باطل نظریات سے متعلق اگر مواد کی تفصیل مطلوب ہو تو درج ذیل ویب سائٹس کو دیکھا جاسکتا ہے:

www.ghamidi.net۔www.javedahmadghamidi.com

www.al-mawrid.org/pages/download_books.php

www.al-mawrid.org

المستفتی: سیّد عطاء الرحمن بن سیّد محب شاہ

بمعرفت عزیز الرحمن راشن شاپ، اینڈ جنرل اسٹور مانسہرہ کالونی لانڈھی، کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم
الجواب بعون الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

اسلام کے مختلف ادوار میں جنم لینے والے بہت سے فتنوں مثلاً خوارج، روافض، معتزلہ، باطنیہ، بہائیہ، بابیہ، وہابیہ، قادیانیت، اور منکرین حدیث وغیرہم کی طرح پاکستان میں چند برس پیشتر ایک نئے فتنے نے سر اٹھایا ہے جو تجدد پسندی کی کوکھ سے برآمد ہوا ہے اور اس نے اسلام کے متوازی ایک مذہب کی شکل اختیار کرلی ہے جس کا نام "فتنہءغامدیت" ہے۔

یہ دور حاضر کا ایک تجدد پسند گروہ (Miderbusts) ہے۔جس نے مغرب سے مرعوب و متاثر ہوکر دین اسلام کا جدید ایڈیشن تیار کرنے کے لئے قرآن و حدیث کے الفاظ کے معانی اور دینی اصطلاحات کے مفاہیم بدلنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں تجدد پسندی کی آڑ میں دینی مسلّمات میں تحریف کرنے کے فتنے کی ابتدا دور جدید میں سر سید احمد خان علیگڑھی نے کی۔انگریز سامراج سے اپنی مرعوبانہ ذہنیت کی بنیاد پر مغربی نظریات کو مسلّمہ حقائق کا درجہ دے کر وحی کو ان کے مطابق ڈھالنے کے لئے من مانی تاویلات کے شیطانی کام کی ابتداء کا سہرا انہی کے سر ہے۔

مغربی افکار کی رو سے ہر وہ بات جو طبعی قوانین کے خلاف ہو انہوں نے اسے خلاف عقل قرار دے کر رد کردیا اور قدرت (نیچریت) کی برتری کا نعرہ لگایا۔ لغت عرب کی مدد سے قرآن کی من گھڑت تاویلات پیش کیں۔ احادیث کو مشکوک قرار دیا اور امت کے اجتماعی معاملات اور طرز عمل کو آئمہ و مجتہدین کے ذاتی خیالات و اجتہادات کہہ کر نظر انداز کردیا۔ نتیجے کے طور پر نیچر و لغت کی بنیاد پر وضع کردہ اصول کے تحت اسلام کی جو تعبیر و تشکیل نو مسلمانوں کے سامنے آئی وہ ان کے صدیوں کے اجتماعی تعامل سے یکسر بیگانہ تھی۔

پھر ان کی پیروی میں دو فکری سلسلوں نے اس فتنے کو پروان چڑھایا۔ ان میں سے ایک سلسلہ عبداللہ چکڑالوی اور شیخ اسلم جیراج پوری سے ہوتا ہوا غلام احمد پرویز منکر حدیث تک پہنچتا ہے جو اپنے امام سرسید احمد علیگڑھی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لغت پرستی اور انکار سنت کے حوالے سے کافی معروف ہوئے۔

دوسرے سلسلے کے جراثیم حمید الدین فراہی اور شیخ امین احسن اصلاحی سے گزرتے ہوئے مسٹر جاوید احمد غامدی میں منتقل ہوئے۔ فہم سلف سے منحرف، متجدد فکر، روشن خیال اور مرعوب زدہ طبقے میں سسالمور دڑڑ ادارہ علم وتحقیق سب میں پیش پیش ہے۔ جس کے سربراہ مسٹر جاوید احمد غامدی ہیں۔ انہوں نے اس احتیاط کے پیش نظر کہ کہیں علماء انہیں بھی سرسید اور پرویز کے ساتھ منسوب نہ کر دیں، لغتِ قرآن کے بجائے عربِ معلی یعنی عربی محاورے کا نعرہ لگایا اور انکار سنت کا کھلم کھلا دعوی کرنے کی بجائے حدیث وسنت میں فرق کے عنوان سے اس مقصد کو پورا کیا۔

یہ دونوں فکری سلسلے "فتنہء سرسید" کی شاخیں اور برگ و بار ہیں اور "نیچریت" کے نمائندہ ہیں۔ اگرچہ غلام احمد پرویز اور مسٹر غامدی کا طریقہ واردات الگ الگ ہے، تاہم نتیجے کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔ دونوں تجدد، انکار حدیث، الحاد اور گمراہی کے علم بردار ہیں۔ دونوں اجماع امت کے مخالف اور معجزات کے منکر ہیں۔ یہ دونوں حضرات فاسد تاویلوں کے ذریعے اسلامی شریعت میں تحریف و تبدیل اور ترمیم وتنسیخ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مسٹر غامدی نے دور حاضر میں تجدد اور انکار حدیث کی نئی بنیاد ڈالی ہے اور اپنے چند خود ساختہ اصول کو تحقیق کا نام دے کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی جسارت کی ہے۔

مسٹر غامدی احادیث صحیحہ کے انکار کے ساتھ ساتھ قرآن کی معنوی تحریف کے بھی عادی ہیں، ہر وہ اہل علم جو ان کی کتب کا مطالعہ کرے گا بآسانی اسی نتیجے پر پہنچے گا۔ مسٹر غامدی اپنے حلقہ

احباب میں بزعم خود "امامت" کے منصب کے قریب تر ہونے کے شیطانی فریب میں مبتلا ہیں اور مسٹر غامدی کے (5) نزدیک پوری امت میں سے صرف دو ہی علماء ان کے زعم میں ان کے ممدوح ہیں جن کو وہ "آسمان" کا درجہ دیتے ہیں، جبکہ باقی علمائے امت کو وہ "خاک" قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب مقامات میں لکھتے ہیں کہ:

"میں نے بھی بہت عالم دیکھے، بہتوں کو پڑھا اور بہتوں کو سنا، لیکن امین احسن اصلاحی اور ان کے استاد حمید الدین فراہی کا معاملہ وہی ہے کہ:

غالب نکتہ داں سے کیا نسبت خاک کو آسماں سے کیا نسبت" [1]

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مسٹر غامدی جس اسلام کو پیش کر رہے ہیں وہ پرویز وسر سید کا اعتزالی اسلام ہے، جس کا وہ دین اسلام جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اور جو حضرات صحابہ وتابعین وعلماءدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

عالمی سرمایہ دارانہ نظام اور استعماری طاقتوں کے عزائم کے سامنے دین اسلام ہی سب سے بڑی رکاوٹ وہدف ہے، لہذا وہ ایسے افراد کی بھرپور حمایت اور اعانت کرتے ہیں جو مسلمانوں میں جدت کے نام پر غیر اسلامی افکار کا جواز نکالتے ہیں اور ان کے اجماعی معاملات کو متنازعہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے مسٹر غامدی اور ان کے معاصرین نام نہاد دیگر دانشوروں کو اہل مغرب کی خاص معاونت وحمایت حاصل ہے۔ مغربی ممالک کے ٹکڑوں پر پلتے نام نہاد اسلامی و پاکستانی میڈیا کے دروازے ان حضرات پر کھلے ہیں، تاکہ یہ دین سے ہی خلافِ دین حرکات کی جھوٹی تاویلات پیش کر کے عام مسلمانوں کو گمراہ کریں۔ اور یہ بات اب مخفی نہیں ہے کہ عالمی استعماری طاقتوں نے ایک

---

(1) مقامات، ص52-58، طبع دسمبر 2001

خصوصی کمیشن تشکیل دے کر کروڑوں ڈالر پر مشتمل ایک بہت بڑا فنڈ اس مد میں مختص کر رکھا ہے۔ یہ کمیشن دین اسلام کی غلط اور من گھڑت تصویر پیش کرنے والوں کی حوصلہ افزئی کرتا ہے۔

مسٹر غامدی اور ان کے نظریات کے بطلان کے وہی دلائل ہیں جو ان کے پیش رو، سر سید ،غلام احمد پرویز وغیرہما کے رد میں علماء اسلام نے پیش فرمائے ہیں اور اس طرح کے متجددین کے رد کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ ان کا پیش کردہ نظریہ اور فکر سلف صالحین ،صحابہ کرام و تابعین عظام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے نظریے اور فکر سے متصادم و مخالف ہے اور ہر مسلمان بخوبی یہ بات سمجھتا ہے کہ حقیقتاً اسلام وہی ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اور اس کے مخالف جو بات بھی ہے وہ سب کچھ ہو سکتی ہے مگر اسے اسلام کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

مسٹر غامدی کا جو بھی نظریہ ہے وہ یقینا ان کا خود ساختہ ہے اور سلف صالحین میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ سوال میں مذکور ان کے نظریات کا مختصراً علیحدہ علیحدہ رد تحریر کیا جاتا ہے تاکہ بھولے بھالے مسلمان ان ذیاب فی ثیاب ایمان کے شکاری درندوں کو پہچان کر ان سے اپنے دین وایمان کی حفاظت کر سکیں۔

(۱) قراءات متواترہ اور مسٹر غامدی کا فتنۂ عجم

مسٹر غامدی نے امت کے جن متفقہ ،مسلمہ اور اجماعی امور کا انکار کیا ہے ،ان میں سے ایک قرآن کریم کی قراءات متواترہ کو نا ماننا بھی ہے۔ ان کے نزدیک قرآن کی صرف ایک ہی قراءت صحیح ہے جو ان کے بقول "قراءت عامہ" ہے جسے علماء نے غلطی سے "قراءت حفص" کا دے دیا ہے۔ اس ایک قراءت کے سوا باقی سب قراءتوں کو مسٹر غامدی عجم کا فتنہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ پورے وثوق اور یقین کے ساتھ یہ فتوی دیتے ہیں کہ قرآن کا متن اس ایک قراءت کے سوا کسی دوسری قراءت کو قبول ہی نہیں کرتا۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب میزان میں لکھتے ہیں " یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔ اس کے علاوہ اس کی جو قراءتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں، یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں، وہ سب اسی فتنۂ عجم کی باقیات ہیں جن کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ، افسوس ہے کہ محفوظ نہ رہ سکا۔ "[1]

وہ مزید لکھتے ہیں "قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں امت مسلمہ کی عظیم اکثریت (6) اس وقت تلاوت کر رہی ہے۔ یہ تلاوت جس قراءت کے مطابق کی جاتی ہے، اس کے سوا کوئی دوسری قراءت نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ "[2]

کچھ صفحات کے بعد پھر مسٹر غامدی کا انوکھا ارشاد ہوتا ہے کہ: "قرآن کا متن اس کے علاوہ کسی دوسری قراءت کو قبول ہی نہیں کرتا"

قرآن کریم کی قراءات کے بارے میں مسٹر غامدی کے مذکورہ اقتباسات سے واضح ہوا کہ ان کے نزدیک:

(۱) قرآن کریم کی صرف ایک ہی قراءت درست ہے۔

(۲) بقیہ تمام قراءتیں عجم کا فتنہ ہیں۔

(۳) امت مسلمہ کی عظیم اکثریت جس قراءت کے مطابق قرآن کی تلاوت کر رہی ہے صرف وہی قرآن ہے۔

---

(۱) میزان، ص:۳۲، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء

(۲) میزان، ص:۲۷، طبع سوم، مئی ۲۰۰۸ء

(۴) قرآن کا متن قراءت حفص کے علاوہ کسی دوسری قراءت کو قبول ہی نہیں کرتا۔
مسٹر غامدی کا مذکورہ موقف سراسر باطل اور سلف صالحین اور امت مسلمہ سے ہٹ کر الگ راستہ اپنانا ہے۔

قراءات سبعہ عجمی دور کی پیداوار نہیں۔ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے زمانے سے لے کر آج تک پوری امت کے قراء اور علماء میں اس کا رواج ہے۔ یہ تمام قراءتیں رسم عثمانی کے مطابق اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔ علوم القرآن کے موضوع پر لکھی جانے والی تمام اہم کتب میں یہ قراءات بیان کی گئی ہیں۔ امام بدر الدین زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''البرھان فی علوم القرآن'' میں اور امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''الاتقان'' میں ان تمام قراءات کا تذکرہ کیا ہے اور ان کو درست مانا ہے۔ اسی طرح تمام قدیم وجدید اہم تفاسیر میں ان قراءات کو تسلیم کیا گیا ہے، اورامت کے تمام مسلمہ مکاتب فکر کے دینی مدارس میں یہ قراءات پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں۔

عالم اسلام کے متعدّد ممالک جس میں مراکش، الجزائر، ٹیونس، لیبیا اور موریطانیہ وغیرہ میں روایت حفص نہیں بلکہ روایت ورش رائج ہے۔ امام ورش امام نافع بن عبد الرحمن کے شاگرد تھے۔ اور مذکورہ ممالک کے کروڑوں مسلمان اسی قراءت ورش کے مطابق ہی قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اسے قرآن سمجھتے ہیں۔

(۱) مسٹر غامدی کے نظریے کے مطابق کیا کروڑوں مسلمانوں نے ''غیر قرآن'' کو معاذ اللہ قرآن سمجھ لیا ہے؟

(۲) کیا غیر قرآن کو قرآن سمجھ لینے کے بعد وہ مسلمان باقی رہے یا معاذ اللہ کافر ہو گئے ہیں؟۔

(۳) کیا امت مسلمہ کا یہود و نصاری کی طرح اپنی مذہبی کتاب میں اختلاف ہو گیا ہے؟

(۴) کیا تورات اور انجیل کی طرح قرآن محفوظ نہیں رہا؟ حالانکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالی نے خود اپنے ذمہ کرم پر لے رکھا ہے۔

﴿ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: "بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں"۔[1]

جب خود رب تعالی نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے تو ایک ایسی چیز جو قرآن نہیں وہ امت مسلمہ میں بطور قرآن کیسے رائج ہو سکتی ہے۔

جس طرح ہمارے یہاں پاکستان میں قراءت حفص کے مطابق مصحف لکھے اور تلاوت کیے جاتے ہیں، اسی طرح شمالی افریقہ اور بعض دوسرے ممالک میں قراءتِ ورش کے مطابق مصاحف لکھے اور تلاوت کیے جاتے ہیں اور وہاں کی گورنمنٹ سرکاری وسائل سے قراءت ورش کے مطابق مصاحف شائع کرنے کا اہتمام کرتی ہیں۔(7)

امت مسلمہ کا قولی اور عملی تواتر ہی قراءاتِ متواترہ کے صحیح ہونے کے لئے واضح ثبوت ہے۔ لیکن اس کے باوجود عقل والوں کے لئے احادیث صحیحہ سے دلائل پیش ہیں۔

قراءات متواترہ کے بارے میں احادیث کریمہ

(۱) صحیح بخاری شریف میں ہے ."حدثنا سعیدبن عفیر قال : حدثنی اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شهاب ،قال حدثنی عروة بن الزبیر ان المسور بن مخرمة وعبد الرحمن بن عبد القاری حدثاه انهما سمعا عمر بن الخطاب یقول :سمعت هشام بن حکیم یقرأ سورة الفرقان فی حیاة رسول الله ﷺ فاستمعت لقراء ته فاذا هو علی حروف کثیرة لم یقرئنیها رسول الله صلی الله علیه وسلم فکدت اساور ه فی الصلاة ،فتصبرت حتی سلم،فلببته بردائه فقلت :من أقرأك هذه السورة التی سمعتك تقرأ ؟قال: اقرأنیها رسول

(۱) الحجر، آیت:۹

الله ۔ .فقلت :كذبت ،فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد أقرأنيها على غير ماقرأت ،فانطلقت به أقوده الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت انى سمعت هذا يقرأ بسورة الفرقان على حروف لم تقرئنيها .فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارسله :أقرأ يا هشام فقرأ عليه القرائة التى سمعته يقرأ .فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذلك انزلت .ثم قال:اقرأ يا عمر ،فقرأت القراء ة التى أقرأنى ،فقال رسول الله ۔ :كذلك انزلت ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فاقرؤا ماتيسر منه "

ترجمہ: حضرت سعید بن عفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں مجھے حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی،وہ فرماتے ہیں مجھے حضرت عقیل بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ فرماتے ہیں مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن عبد القاری دونوں نے حدیث بیان کی ان دونوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سناوہ فرماتے ہیں: میں نے ہشام بن حکیم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سورت فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، جب میں نے ان کی قراءت بغور سنی تو بہت سے ایسے حروف سنے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔قریب تھا کہ نماز ہی میں ان پر حملہ کر دیتالیکن میں نے بمشکل ضبط کیا حتی کہ انہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر سے ان کو گھسیٹا اور کہا یہ سورت جو میں نے آپ سے سنی کس نے آپ کو پڑھائی ؟انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے۔میں نے کہا تو نے جھوٹ کہا۔بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس کے علاوہ تعلیم دی۔پس میں ان کو ہانکتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف لے کر چلا۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا بے شک میں نے سورۃ فرقان کو ایسے حروف کے ساتھ سنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھایا۔تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو چھوڑ دو۔اے ہشام تم پڑھو تو انہوں نے وہ پڑھا جو میں نے سنا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس طرح اتارا گیا ہے۔پھر فرمایا اے عمر تم پڑھو: تو میں نے وہ قراءت پڑھی جو آپ نے مجھے

پڑھائی تھی۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،اس طرح بھی نازل کیا گیاہے۔ بے شک یہ قرآن سات احرف پر اتارا گیاہے ان میں سے جو تمہیں آسان معلوم ہو وہ قراءت پڑھو"۔[1]

(۲) جامع ترمذی میں ہے "عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ، قَالَ: لَقِیَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جِبْرِیلَ، فَقَالَ: یَا جِبْرِیلُ اِنِّی بُعِثْتُ اِلَی اُمَّۃٍ اُمِّیِّینَ: مِنْھُمُ العَجُوزُ، وَالشَّیْخُ الکَبِیرُ، وَالغُلاَمُ، وَالجَارِیَۃُ، وَالرَّجُلُ الَّذِی لَمْ یَقْرَأْ کِتَابًا قَطُّ، قَالَ: یَا مُحَمَّدُ اِنَّ القُرْآنَ اُنْزِلَ عَلی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ"

ترجمہ:"حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جبرائیل علیہ السلام سے ملے تو آپ ﷺ نے فرمایا :اے جبرائیل مجھے ایسی امت کی طرف بھیجا گیا ہے جو اَن پڑھ ہے ۔پھر ان میں سے کوئی بوڑھیاہے، کوئی بوڑھا ہے ،کوئی لڑکا ہے کوئی لڑکی اور کوئی ایسا آدمی ہے (8)جس نے کبھی کوئی تحریر نہیں پڑھی ۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے جواب دیا کہ اے محمد ﷺ :قرآن سات حرفوں پر اترا ہے "۔[2]

(۳) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ:اَقْرَأَنِی جِبْرِیلُ عَلَی حَرْفٍ، فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیدُہُ حَتَّی انْتَھَی اِلَی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ"

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرائیل نے پہلے مجھے قرآن کریم ایک حرف کے مطابق پڑھایا، میں ان سے مطالبہ کرتا رہا (کہ قرآن مجید کو دوسرے حروف کے مطابق بھی پڑھنے کی اجازت دی جائے ،چنانچہ وہ مجھے یہ اجازت دیتے گئے)یہاں تک کہ سات حرفوں تک پہنچ گئے "۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب:فضائل القرآن۔رقم الحدیث:۲۴۱۹،صحیح مسلم، حدیث:۱۸۹۹

(۲) جامع ترمذی ،حدیث ۲۹۴۴

[صحیح بخاری۔حدیث:۳۲۱۹،صحیح مسلم۔حدیث:۱۹۰۲]۔

(۴) صحیح بخاری میں ہے "عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً، وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلاَفَهَا، فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الكَرَاهِيَةَ، وَقَالَ: كِلاَكُمَا مُحْسِنٌ، وَلاَ تَخْتَلِفُوا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فهَلَكُوا"

ترجمہ:"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو قرآن کی آیت پڑھتے ہوئے سنا جب کہ اس سے پہلے میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ آیت اس سے مختلف طریقے پر پڑھتے سنا تھا۔میں اس شخص کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔میں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میری بات ناگوار گزری ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:تم دونوں ہی ٹھیک پڑھتے ہو۔آپس میں اختلاف نہ کرو،کیونکہ تم سے پہلے جو قومیں تھیں انہوں نے آپس میں اختلاف کیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئیں"۔[صحیح بخاری،حدیث:۳۴۷۶]۔

یہ چار جلیل القدر صحابہ کرام(۱) امیر المؤمنین خلیفہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عمر فاروق اعظم،(۲) حبر امت مفسر اعظم حضرت عبداللہ ابن عباس،(۳) قاری امت حضرت ابی بن کعب اور(۴) فقیہ اعظم صاحب النعلین والوسادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے خدمت گار عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین کی روایات ہیں۔مسٹر غامدی کیا ان صحابہ کرام ہی کو فتنہ عجم قرار دے رہے ہیں؟

اسلام کے ابتدائی دور ہی سے قرآن کریم کو مقامی لہجات کے مطابق پڑھنے کی اجازت تھی جو ایک ہی عربی زبان کے الفاظ کے مختلف تلفظات تھے اور اس طرح کا معاملہ تقریباً دنیا کی ہر زبان میں پایا جاتا ہے۔

قرآن کریم کا متن رسم عثمانی میں لکھا جاتا ہے۔اس رسم الخط کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ اس میں تمام قراءاتِ متواترہ کے پڑھنے کا امکان موجود ہے اور یہ ساری قراءتیں اس ایک متن میں سما سکتی ہیں۔

بلکہ خود روایت حفص میں بھی ایک ہی لفظ کو دو طرح پڑھنا جائز ہے۔

"أَمۡ هُمُ الۡمُصَّيۡطِرُوۡنَ [سورہ طورآیت:۳۷]۔میں الۡمُصَّيۡطِرُوۡنَ کو المُسَيۡطِرُونَ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ان تمام روایات سے یہ باخوبی واضح ہو گیا ہے کہ مسٹر غامدی کے نظریات سراسر من گھڑت اور ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہیں ۔قراءات متواترہ کو عجم کا فتنہ قرار دینے والا خود عجم کے لئے ایک عظیم فتنہ بن چکا ہے ۔قراءات متواترہ کا یہ اختلاف صرف تلفظ اور لہجے کا اختلاف ہے،ان سے قرآن کریم میں کوئی ایسا تغیر نہیں ہو جاتا جس سے اس کے معنی و مفہوم تبدیل ہو جائیں یا حلال حرام ہو جائے۔

قراءت کے اختلاف کے باوجود قرآن کے نفسِ مضمون و معانی میں کوئی فرق نہیں پڑتا (9)۔

علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں قراءات متواترہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"پہلی قرأۃ میں فی نفسہا کمی اور زیادتی ہوتی ہے مثلاً" نشرھا "اور"ونشرھا "،"سارعوا "اور "وسارعوا" اوردوسری میں واحد اور جمع کے اعتبار سے فرق ہے مثلاً" کتبہ" اور"کتابہ" اور تیسری میں تذکیراور تانیث کے اعتبار سے اختلاف ہے مثلاً "یکن "اور" تکن" میں اور چوتھی میں تصریفی اختلاف ہے جیسے مخفف اور مشدد میں مثلاً" یکذبون" اور" یکذبون"فتح اور کسرا کے اعتبار سے "یقنط" اور" یقنط" اور پانچویں قرأت اعرابی اختلاف ہے "ذوالعرش

المجید" میں دال کے رفع اور اس کے مجرور ہونے کے اعتبار سے۔اور چھٹی اداۃ کا اختلاف ہے مثلاً "لکنّ الشیاطین"نون کے مشدد اور مخفف ہونے میں اور ساتویں قرأت لغت کے اعتبار سے تفخیم اور امالہ میں اختلاف ہے"۔

مزید فرماتے ہیں انہی سات قرآتوں میں حصر نہیں بلکہ جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو پڑھنا جائز ہے اس میں امت کی آسانی ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں۔

" والحاصل انه اجاز بان يقرؤوا ماثبت عنه ﷺ بالتواتر بدليل قوله انزل على سبعة احرف والاظهر ان المراد بالسبعة التكثير لا التحديد "

ترجمہ:"حاصل کلام یہ ہے کہ جو قرأت بھی رسول اللہ ﷺ سے بالدلیل تواتر کے ساتھ ثابت ہے وہ جائز ہے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے اس فرمان کی وجہ سے:کہ قرآن سات اَحرف پر نازل کیا گیا ہے ۔اظہر بات یہ ہے کہ سبعہ سے مراد کثرت ہے حصر نہیں"

مزید اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں۔" قال ابن عبد البر والباقلانی وآخرون هذا وكأنه عليه الصلاة والسلام كشف له ان القرأة المتواتر تستقر فی امته علی سبع وهی الموجودة الآن المتفق علی تواتر ها والجمهور علی ان مافوقها شاذ لا يحل القرأة به"

ترجمہ:"ابن عبدالبر اور باقلانی اور دیگر نے کہا کہ یہ معاملہ ایسا ہے گویا کہ حضور ﷺ پر کشف ہوا کہ قرأت متواترہ میری امت میں سات ہوں گی جو کہ اب بھی موجود ہیں جن کا متواتر ہونا متفق علیہ ہے اور جمہور کا یہ قول ہے کہ اس کے علاوہ جو قراءات ہیں وہ شاذ ہیں اور ان کی تلاوت جائز نہیں ہے"۔

مزید تواتر کا معنی لکھتے ہیں کہ تواتر سے کیا مراد ہے" حديث نزول القرآن علی سبعة احرف ادعی ابو عبيدةتواتره لانه ورد من رواية احدعشرين صحابياً ومراده التواتر الفظی ،اماتواتره المعنوی فلاخلاف فيه"

ترجمہ: نزول القرآن علی سبعة احرف کے بارے میں ابو عبید نے تواتر کا دعوی کیا ہے کیونکہ یہ اکیس صحابہ کرام سے مروی ہے اور اس سے ان کی مراد تواتر لفظی ہے۔ جبکہ اس حدیث کے تواتر معنوی میں کسی کا اختلاف نہیں ہے"۔[مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، کتاب فضائل القرآن باب اختلاف القرأت وجمع القرآن، ج:۵، ص:۹۱،۹۰، مطبوعہ مکتبہ رشدیہ، کوئٹہ]

مسٹر غامدی قراءات متواترہ کو عجم کا فتنہ قرار دے کر شدید ترین گمراہی کے مرتکب ہو چکے ہیں ان پر لازم ہے کہ اپنے تمام گمراہ کن نظریات سے اعلانیہ توبہ کریں۔ قراءات متواترہ کے منکر کی بعض فقہاء نے تکفیر فرمائی ہے لیکن کیونکہ قراءات متواترہ کا معاملہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے اس لئے مسٹر غامدی کی تکفیر کلامی میں توقف کیا جائے گا۔

الفتاوی الحدیثیہ میں شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر ھیتمی علیہ الرحمۃ سے قراءات متواترہ اور اس کے منکر کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جو جواب دیا وہ مع سوال درج ذیل ہے۔

"هل القرأة ذات السبع متواتر مطلقاً او عندالقراء فقط ،وهل انكار تواتر ها كفر ام لا؟ فاجاب بقوله::هی متواتر عند القراء وغيرهم ،واختار بعض أئمة متأخرى المالكية انها متواترة عند القراء لا عموماً (10) ،وانكار تواترها صرح بعضهم بانه كفر ،واعترضه بعض أئمتهم .فقال: لا يخفى على من اتقى الله وفَهِم مانقلناه عن الائمة الثقات من اختلافهم فی تواتر ها وطالع كلام القاضی عياض من أئمة الدين انه قول غيرصحيح ،هذه مسالة البَسْملة اتفقوا على عدم التكفير بالخلاف فی اثباتها ونفيها والخلاف فی تواتر وجوه القرأة مِثْله أو أيسرمنه ،فكيف يصرح فيه بالتكفير،وبتسليم تواترها عموماً وخصوصاً ليس ذلك معلوماً من الدين بالضرورة،والاستحلال والتكفير انما يكون بانكار المجمع عليه المعلوم من الدين بالضرورة والاستدلال على الكفر بان انكار تواترها يؤدی الى عدم تواتر القرآن جملة مردود"

ترجمہ: سوال:۔ کیا قراءات سبعہ مطلقًا متواتر ہےں یا فقط قراء کے نزدیک متواتر ہیں اور آیا اس کے تواتر کا انکار کفر ہے یا نہیں ؟۔

جواب:۔ قراء ات سبعہ ، قراء اور دیگر علماء کے نزدیک بھی متواتر ہیں ۔اور بعض متاخر ائمہ مالکیہ کا مختار قول یہ ہے کہ ان کا تواتر عمومی نہیں بلکہ صرف قراء کے نزدیک ہے۔اور اس تواتر کے منکر کے بارے میں بعض علماء نے کفر کی صراحت کی ہے ،لیکن بعض ائمہ نے اس کو کفر قرار دینے پر اعتراض کیا ہے اور فرمایا: کہ یہ بات ایسے شخص پر پوشیدہ نہیں ہے جو اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اور ثقہ ائمہ کے قراء ات کے تواتر میں اختلاف کو سمجھتا ہے جو ہم نے نقل کیا۔اور جو علامہ قاضی عیاض کے کلام پر مطلع ہوا، جو ائمہ دین سے ہیں ،ان کا (قراء ات سبعہ کے انکار کو کفر قرار دینے کا) قول درست نہیں۔ سورتوں کے درمیان درج "بسم الله الرحمن الرحيم" کے مسئلے کو دیکھیئے ،جس کے قرآن کا جز ہونے کے اثبات اور نفی کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔لیکن تمام علمائ (یعنی، جو اس کے جز قرآن ہونے کے قائل ہیں اور جو نہیں ہیں، باہم ایک دوسرے کی) عدمِ تکفیر پر متفق ہے ں۔قراء ات کی وجوہ میں اختلاف یا تو اِس کی مثل ہے یا اِس سے بھی آسان ہے۔ تو پھر اس میں کفر کی صراحت کیونکر کی جائے گی ؟۔اور اگر قراء ات کا تواتر عموماً اور خصوصاً تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے ،(جن کے انکار پر مطلقاً تکفیر کی جاتی)۔کیونکہ تکفیر تو اس میں ہوتی ہے جس کا ضروریات دین سے ہونا معلوم ہو اور وہ مُجمَع علیہ (جس پر سب کا اتفاق) ہو اور کوئی اس کا انکار نہ کرے۔اور قراء اتِ سبعہ کے منکر کو کافر قرار دینے کے لئے اِس طرح استدلال کرنا کہ کسی وجہِ قراء ات کا انکار کرنا قرآن کے عدمِ تواتر کی طرف لے جاتا ہے (قرآن کا انکار ہے) تو یہ باطل استدلال ہے"۔

[الفتاوی الحدیثیۃ، ص:۳۱۹،۳۲۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی]۔

قراءاتِ متواترہ کا ضروریات دین سے نہ ہونا اس بات سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ فقہاء کرام نے ایسی قراءات جو لوگوں میں معروف نہ ہو اس کی تلاوت عوام کے سامنے کرنے سے منع فرمایا ہے تاکہ وہ عدم علم کی وجہ سے اس کا انکار کر کے گمراہی میں مبتلا نہ ہوں۔

صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”ساتوں قراءت جائز ہیں مگر اَولیٰ یہ ہے کہ عوام جس سے نا آشنا ہوں وہ نہ پڑھے، کہ اس میں اُن کے دین کا تحفظ ہے۔“ [بہار شریعت، ج:۱، حصہ:۳، باب: قرآن مجید پڑھنے کا بیان، ص:۱۹۱، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی]۔

اگر قراءاتِ متواترہ کا انکار کرنے والا جاہل ہو تو اس کو سمجھایا جائے اور اگر بے دینی یا ہٹ دھرمی کی بنا پر انکار کرتا ہو جیسا کہ مسٹر غامدی ہیں تو ایسا شخص گمراہ بے دین اور اہلسنت سے خارج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ

(۲) حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص اور مسٹر غامدی کے خود ساختہ اصول

مسٹر غامدی کے انکارِ حدیث کا سلسلہ بہت طویل ہے، انہوں نے فہم حدیث کے لئے اپنے خود ساختہ اُصول بنا رکھے ہیں جن کا نتیجہ انکارِ حدیث کی صورت میں نکلتا ہے۔ وہ حدیث اور سنت کا لفظ تو استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے مسلمہ مفہوم کو اپنی طرف سے تبدیل کر کے اس کو خود ساختہ ایک ایسا نیا(11) مفہوم عطاء کرتے ہیں جس کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک کسی عالم کے کانوں نے نہ سنا اور نہ کسی کتاب میں پڑھا۔ وہ مسلّمہ اصطلاحات کا مفہوم بدل کر حدیث کو دین سے خارج سمجھتے ہیں اور حدیث کے ثبوت کے لئے خود ساختہ، من گھڑت، اپنی طرف سے اجماع اور تواتر کی شرائط عائد کرتے ہیں۔

مسٹر غامدی اپنے خود ساختہ ثبوتِ حدیث کے اصول کی وجہ سے حدیث سے کسی قرآنی حکم کی تخصیص و تحدید واقع ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب "میزان" میں لکھتے ہیں کہ: "قرآن سے باہر کوئی وحی خفی یا جلی، یہاں تک کہ خدا کا وہ پیغمبر بھی جس پر یہ نازل ہوا ہے، اُس کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص یا اس میں کوئی ترمیم و تغیر نہیں کر سکتا۔ دین میں ہر چیز کے ردّ و قبول کا فیصلہ اس کی آیاتِ بینات ہی کی روشنی میں ہو گا۔[میزان، ص:۲۵، طبع سوم مئی ۲۰۰۸ لاہور]۔

مسٹر غامدی کا یہ دعویٰ بھی بالکل غلط ہے کہ حدیث کے ذریعے قرآن کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص نہیں ہوتی۔ حدیث کے ذریعے قرآنِ مجید کے بہت سے احکام کی تحدید اور تخصیص ہوئی ہے۔

حدیث سے قرآنی حکم کی تحدید کی مثالیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

"وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ ۚ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيۡرًا"

ترجمہ کنزالایمان: جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو، پھر اگر وہ تمھارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔ بے شک اللہ بلند بڑا ہے"۔[النسائ، آیت:۳۴]۔

اس آیت کے الفاظ: وَاضۡرِبُوۡهُنَّ "(اور ان بیویوں کو مارو) مطلق تھے اور یہ مارنا ہر طرح مارنا ہو سکتا تھا اگرچہ اس سے زخم ہی کیوں نہ آجائے۔ لیکن ایک حدیث کے ذریعے قرآن کے اس مطلق حکم میں یہ تحدید (تقیید) ہو گئی ہے کہ صرف ایسی ہلکی مار جائز ہے جو شدید تکلیف دہ نہ ہو اور نہ ہی اس سے کسی عضو کو زخم یا نقصان پہنچے۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "فاضربوھن ضربا غیر مبرح".

ترجمہ: "پس تم ان کو ایسا مار سکتے ہو جو تکلیف دہ نہ ہو۔ یعنی جس سے کسی عضو کو نقصان نہ پہنچے"۔[صحیح مسلم، حدیث: ۲۹۵۰]۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ مسٹر غامدی نے خود اپنے من گھڑت اُصول کہ حدیث کے ذریعے قرآن کے کسی حکم کی تحدید نہیں ہو سکتی کی مخالفت کرتے ہوئے قرآن کی مذکورہ آیت کے حکم وَاضْرِبُوْھُن (اور ان بیویوں کو مارو) کی تحدید حدیث کے ذریعے کی ہے کہ اس سے مراد صرف ایسی سزا ہے جو پائیدار اثر نہ چھوڑے۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب "میزان" کے باب "قانونِ معاشرت" میں لکھتے ہیں کہ:

"نبیؐ نے اس کی حد "غیر مبرح" کے الفاظ سے متعیّن فرمائی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسی سزا نہ دی جائے جو کہ پائیدار اثر چھوڑے" [میزان، ص: ۴۲۳]۔

(۲) سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے "وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ ۚ (12)

ترجمہ کنزالایمان "تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم۔ تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے، تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں"۔[البقرۃ، آیت: ۲۲۲]۔

اس آیت کے الفاظ "فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ "(پس تم بیویوں سے اُن کے حیض کی حالت میں الگ رہو) میں بیویوں سے علیحدہ رہنے کا مطلق حکم دیا گیا جس کی کوئی حد بندی بیان نہیں کی گئی، اس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایسی حالت میں بیویوں سے الگ تھلگ رہو، اُن کو الگ مقام پر رکھو، ان کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دو اور ان سے میل جول نہ رکھو۔ لیکن اس

بارے میں صحیح احادیث نے قرآن کے اس مطلق حکم کو مقید کر دیا کہ ایسی حالت میں بیویوں سے صرف خاص تعلق منع ہے، اس کے سوا سب کچھ جائز ہے۔

مسٹر غامدی کا حافظہ انتہائی کمزور ہے اس لئے اپنے خود ساختہ اصول کی مخالفت کرتے ہوئے انہوں نے یہاں بھی حدیث کے ذریعے قرآن کے اس مطلق حکم کی تحدید کو تسلیم کیا ہے۔

مسٹر غامدی اپنی کتاب میزان میں حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "انہی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ ہم میں سے کوئی حیض کی حالت میں ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے قریب آنا چاہتے تو ہدایت کرتے کہ حیض کی جگہ پر تہ بند باندھ لے، پھر قریب آجاتے۔ بخاری، رقم ۳۰۲"۔ [میزان، ص، ۴۳۳]۔

مسٹر غامدی کی ان حرکتوں سے لگتا ہے وہ کسی خاص منصوبے پر عمل پیرا ہیں۔ جب ان کے منصوبے کی راہ میں کوئی حدیث آتی ہے تو وہ اپنے خود ساختہ، من گھڑت اصول کی تلوار ہاتھ میں لے کر حدیث کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب کوئی ایسی حدیث جو ان کے منصوبے کی راہ میں حائل نہ ہو یا وہ اپنے منصوبے کی تائید کسی حدیث کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اگرچہ اس حدیث کے ذریعے قرآن کے مطلق حکم کی تقیید کی جا رہی ہو تو بلا چوں و چرا اپنے خود ساختہ اصول کو ایک طرف رکھ کر حدیث کے ذریعے قرآن کے مطلق حکم کی تحدید کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

حدیث کے ذریعے کسی قرآنی حکم میں تخصیص کی مثالیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

" یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلٰدِکُمۡ ٭ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ "

ترجمہ کنزالایمان: "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے "۔[النسائ، آیت:۱۱]۔

اس آیت سے واضح ہے کہ اولاد ہر حال میں اپنے والدین کے ترکے کی وارث ہوگی اور بیٹے کو بیٹی سے دگنا حصہ ملے گا۔ لیکن ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ:

(لا يرث القاتل شيأ)

ترجمہ: (اپنے مورث کو قتل کرنے والا) قاتل اس کا وارث نہیں ہوسکتا "۔[سنن ابوداؤد ،کتاب الدیات، حدیث:۴۵٦۴]۔

اس لئے اگر کوئی بدبخت لڑکا اپنے باپ کو قتل کردے گا تو مذکورہ حدیث کے حکم کے مطابق اپنے مقتول باپ کی میراث سے محروم ہو جائے گا۔ قرآن کا حکم عام تھا کہ ہر بیٹا اپنے باپ کے ترکے کا وارث ہو گا مگر حدیث نے قاتل بیٹے کی تخصیص کر دی کہ وہ اپنے باپ کے ترکے کا وارث نہیں ہوسکتا۔ اہل علم کا اسی پر اتفاق اور اجماع ہے کہ قاتل کو مقتول کی وراثت سے محروم کیا جائے گا۔

(۲) اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے:

(13) "وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ"

ترجمہ کنزالایمان: "اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سُود"۔[البقرۃ، آیت:۲۷۵]۔

یہ آیت کریمہ ہر طرح کی تجارت کو حلال ٹھہراتی ہے، کیونکہ بیع کا لفظ عام ہے۔ لیکن صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پاک میں ہے:

"ان الله ورسوله حرَّما بيع الخمر والميتةوالخنزير والأصنام"۔

"بے شک اللہ اوراُس کے رسول ﷺ نے شراب، مردہ جانور، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے"۔[صحیح بخاری، کتاب البیوع، حدیث:۲۲۳۶]۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں شراب، مردہ جانور، خنزیر اور بتوں کی تجارت حرام ہے۔ اب اگر قرآن کے حکم کے عموم کو دیکھا جائے تو ہر قسم کی تجارت حلال ہے اور اس میں مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت بھی شامل ہے۔ لیکن حدیث پاک نے قرآن کے اس عمومی حکم سے مذکورہ چار چیزوں کی تخصیص کر دی کہ ان چار چیزوں کی تجارت حلال نہیں ہے۔

اب اگر مسٹر غامدی کے خود ساختہ، من گھڑت اُصول کو مانا جائے کہ حدیث کے ذریعے قرآن کے کسی حکم کی تخصیص نہیں ہو سکتی تو پھر مذکورہ صحیح حدیث کا انکار کرنا پڑے گا اور اسلام میں شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت بھی حلال ہو جائے گی۔ شاید مسٹر غامدی کا مشن یہی ہے کہ ان کے سرپرستوں کی طرح مسلمانوں میں بھی ان چار چیزوں کا رواج عام ہو جائے اور اپنے اس مذموم مقصد کے لئے وہ قرآن کی اس آیت کے عموم کو استعمال کریں گے اور ان کے مقصد میں حائل رکاوٹ مذکورہ حدیث پاک کو اپنے اس خود ساختہ من گھڑت مذکورہ اصول کے ذریعے رد کرنے کی ناپاک کوشش کریں گے۔ یہ چار چیزیں مسٹر غامدی کی شریعت میں تو جائز ہو سکتی ہیں لیکن اسلامی شریعت میں ان چار چیزوں کی حرمت قطعی ہے اور اس کا ثبوت حدیث پاک کے ذریعے ہی مسلمانوں کو حاصل ہوا ہے۔

(۳) جانوروں کی حلت و حرمت کے بارے میں مسٹر غامدی کا نظریہ فطرت

مسٹر غامدی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ شریعت نے کھانے کے جانوروں میں صرف چار چیزوں (۱) سؤر (۲) خون (۳) مردار اور (۴) خدا کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کو

حرام قرار دیا ہے۔ مسٹر غامدی صاحب اپنی کتاب سسمیز انژژ کے باب (اصول و مبادی) میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعے سے اسے بتایا کہ سؤر، خون، مردار اور خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانور بھی کھانے کے لیے پاک نہیں ہیں اور انسان کو ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جانوروں کی حلت و حرمت میں شریعت کا موضوع اصلاً یہ چار ہی چیزیں ہیں۔ چنانچہ قرآن نے بعض جگہ سقُل لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اور بعض جگہ "اِنَّمَا" کے الفاظ میں پورے حصر کے ساتھ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی حلت و حرمت کے باب میں صرف یہی چار چیزیں حرام قرار دی ہیں۔(میزان، جاوید احمد غامدی ۶۳۲، طبع سوم)۔

مسٹر غامدی نے اپنے ایک من گھڑت اور غلط اصول کہ "حدیث کے ذریعے سے قرآن پر اضافہ یا اس کا نسخ نہیں ہو سکتا" کو سیدھا کرنے کے لیے یہ سارا فلسفہ گھڑا۔ مسٹر غامدی صاحب کے نزدیک گدھا حرام ہے، لیکن اس لیے نہیں کہ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے، بلکہ ان کی فطرت انھیں یہ بتلاتی ہے کہ گدھا سواری کرنے کا جانور ہے نہ کہ کھانے کا، اس لیے یہ فطری محرمات میں سے ہے۔

مسٹر غامدی اپنی کتاب "میزان" کے باب "اصول و مبادی" میں لکھتے ہیں:

"سا سے (یعنی انسان کو) معلوم ہے کہ گھوڑے، گدھے دستر خوان کی لذت کے لیے نہیں، سواری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ ژژ (میزان، جاوید (14) احمد غامدی ص:۶۳۲)۔

مسٹر غامدی کی فطرت کا اونٹ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ بھی تو سواری کا جانور ہے !حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عرب میں سواری کے لیے سب سے زیادہ استعمال ہونے والا جانور اونٹ تھا، اس کے بعد گھوڑا، جبکہ گدھے کا استعمال سواری کے لیے بہت کم

تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسٹر غامدی صاحب کی فطرت گدھے کو حرام اور اونٹ کو حلال قرار دیتی ہے؟ اگر مسٹر غامدی یہ کہیں کہ: اونٹ کو قرآن نے حلال قرار دیا ہے تو پھر مسٹر غامدی کے اپنے من گھڑت اصول کہ چار ہی چیزیں حرام ہیں کا جنازہ نکل جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ مسٹر غامدی نے فطری محرمات کا اصول گھڑ کر دین میں ایک نئے فتنے کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی ہے۔ کسی چیز کو حلال و حرام ٹھہرانے کا اختیار اصلاً اللہ تعالی جل شانہ کے پاس ہے اور تبعًا اس کے رسولؐ کے پاس ہوتا ہے ۔ مسٹر غامدی مغرب کی تقلید کرتے ہوئے انسانی فطرت کی سربلندی کا نعرہ لگا کر عام انسانوں کو تحلیل و تحریم کا اختیار تفویض کرنا چاہتے ہیں۔ مسٹر غامدی کو یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ وہ عام انسانوں کے بارے میں یہ کہیں کہ وہ اپنی فطرت سے جس چیز کو چاہیں حلال بنالیں اور جس چیز کو چاہیں حرام ٹھہرالیں؟ آج انسانوں کی ایک کثیر تعداد چائنا، افریقہ میں بستی ہے اور بہت سی ایسی غذائیں مثلاً حشرات الارض وغیرہ کھانا بھی ان کی روزہ مرہ کی زندگی کا عام حصہ ہے۔ مسٹر غامدی یا تو ان کروڑوں انسانوں کو انسان ہی نہیں مانتے یا ان کے نزدیک یہ کروڑوں لوگ انسانی فطرت سے ہی محروم ہیں۔

قرآن نے دوٹوک الفاظ میں واضح کر دیا ہے کہ تحلیل و تحریم کا اختیار کسی انسان کے پاس نہیں ہے۔ مشرکین مکہ نے جب اپنی طرف سے بعض کھانے کی چیزوں کو حرام ٹھہرا لیا تو قرآن نے ان کے اس فعل کی مذمت فرمائی۔

سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَّحَرَّمُوۡا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افۡتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ‌ؕ قَدۡ ضَلُّوۡا وَ مَا كَانُوۡا مُهۡتَدِيۡنَ "

ترجمہ کنزالایمان: "حرام ٹھہراتے ہیں وہ جو اللہ نے انہیں روزی دی، اللہ پر جھوٹ باندھنے کو، بے شک وہ بہکے اور راہ نہ پائی"۔[الانعام، آیت: ۱۴۰]۔

اگر شریعت نے بقول مسٹر غامدی کھانے کے جانوروں میں صرف چار کو ہی حرام قرار دیا تھا اور باقی جانوروں کی حلت و حرمت کا فیصلہ انسانی فطرت پر چھوڑ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے اس فعل کی مذمت کیوں فرمائی کہ انھوں نے اپنی مرضی سے بعض جانوروں کو حرام ٹھہرالیا۔

رسول اللہ ﷺ کا غامدی فتنے سے آگاہ کرنا

رسول اللہ ﷺ نے مسٹر غامدی اور ان جیسے دیگر فتنوں کے بارے میں امت کو پہلے ہی آگاہ فرمادیا تھا تاکہ بھولے بھالے مسلمان ان کی چکنی چپڑی ،دجل وفریب پر مبنی باتوں میں نہ آئیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔

صحیح مسلم میں ہے"عن ابی هریرةقال :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا اَنْتُمْ، وَلَا آبَاؤُكُمْ، فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ، لَا يُضِلُّونَكُمْ، وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ".

ترجمہ:" حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: آخری زمانہ میں بہت سے مکرو فریب کرنے والے جھوٹے دجال ہوں گے جو تم سے (دین کے بارے میں)ایسی باتیں کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمھارے آباؤ اجداد نے۔ان کو خود سے اور خود کو ان سے دور رکھو کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں"۔

[صحیح مسلم،ج:۱،ص:۱۲، مطبوعہ دارالحیاء بیروت]۔

ابوداؤد میں ہے"عن عرباض بن سارية ......قال :قَامَ، فَقَالَ: اَيَحْسَبُ اَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى اَرِيكَتِهِ، قَدْ يَظُنُّ اَنَّ اللَّهَ لَمْ (15) يُحَرِّمْ شَيْئًا اِلَّا مَا فِي هذَا الْقُرْآنِ، اَلَا وَاِنِّي وَاللَّهِ قَدْ وَعَظْتُ، وَاَمَرْتُ، وَنهَيْتُ، عَنْ اَشْيَاءَ اِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْآنِ، اَوْ اَكْثَرُ".

ترجمہ:"حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر فرمایا: کیا تم میں سے کوئی پلنگ پر تکیہ لگائے یہ گمان کرسکتا ہے کہ اللہ نے سوائے ان چیزوں کے کوئی چیز حرام نہ کی جو قرآن میں ہیں ؟آگاہ رہو کہ اللہ کی قسم : میں نے وعظ فرمائے ،بہت سے احکام دیئے اور بہت چیزوں سے منع کیا جو قرآن کے برابر یا اس سے بھی زیادہ ہیں"۔

[ابوداؤد، ج:۳،ص:۱۷۰،مکتبۃ العصریۃ، بیروت]۔

سنن ابوداؤد میں ہے"عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: اَلَا اِنِّي اُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ الَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى اَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، اَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْاَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، اِلَّا اَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنهَا صَاحِبُهَا"

ترجمہ:"حضرت مقدام ابن معدیکرب سے روایت ہے فرماتے ہیں :رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار رہو کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی۔ خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسہری پر بیٹھا ہوا کہے گا، کہ صرف قرآن کو تھام لو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ دیکھو تمھارے لیے نہ تو پالتو گدھا حلال ہے اور نہ کوئی کیلے (نوکیلے دانت) والا درندہ جانور اور نہ ہی ذمی کافر کی گم شدہ چیز مگر جب اس کا مالک اس سے لاپرواہ ہوجائے"۔[سنن ابوداؤد، ج:۴،ص:۲۰۰،حدیث:۴۶۰۴،مکتبۃ العصریۃ بیروت]۔

سنن الدارمی میں ہے"عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يكَرِبَ الكِنْدِيِّ اَنَّ رَسُولَ الله صَلى الله عَليهِ وسَلم حَرَّمَ اَشْيَاءَ يَوْمَ خَيْبَرَ, الْحِمَارَ وَغَيْرَهُ، ثُمَّ قَالَ: لَيُوشِكُ بِالرَّجُلِ مُتَّكِئًا عَلَى اَرِيكَتِهِ يُحَدَّثُ بِحَدِيثِي فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ الله, مَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ, وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ, اَلَا وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ فَهُو مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللهُ"

ترجمہ: "حضرت معدیکرب کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن کچھ چیزوں گدھے وغیرہ کو حرام قرار دیا پھر فرمایا: ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسہری پر بیٹھا ہوگا اس کو میری احادیث میں سے کوئی حدیث بیان کی جائے گی تو وہ کہے گا ہمارے پاس کتاب اللہ (قرآن) ہے جو اس میں حلال پائیں گے اس کو حلال جانیں گے اور جو اس میں حرام پائیں گے اس کو حرام جانیں گے۔ خبردار! جو چیز رسول اللہ نے حرام قرار دی ہے وہ اللہ تعالی کی حرام کردہ چیز کی طرح ہی حرام ہے"۔[سنن الدارمی، ص:۲۰۴، مطبوعہ مکتبہ دار البشائر، بیروت]۔

(۴.۵) مسٹر غامدی کا انکار حدیث

رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر آج تک پوری امت سنت کا جو مفہوم سمجھتی آئی ہے مسٹر غامدی نے اس کو چھوڑ کر اپنے باطل نظریات کو نافذ کرنے کے لئے سنت کا خودساختہ اپنی طرف سے ایک مفہوم گھڑا اور پھر اس کے ثبوت کے لئے لایعنی شرائط عائد کردیں ہیں ان کے نزدیک:

سنت کا ثبوت خبر واحد سے نہیں ہوتا بلکہ اس کا ثبوت کبھی صحابہ کرام کے اجماع سے ہوتا ہے کبھی صحابہ کرام کے اجماع اور ان کے عمل تواتر سے، کبھی اُمت کے اجماع سے، کبھی اُمت کے اِجماع سے اَخذ کرکے اور کبھی اُمت کے اِجماع سے قرار پاکر اور کبھی قرآن کے ذریعۂ ثبوت کے برابر ذریعۂ ثبوت سے۔

مسٹر غامدی اپنے اس موقف کو بیان کرتے ہوئے پہلے سنت کی تعریف لکھتے ہیں:

"سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے"۔[میزان، ص:۱۰]۔(16)

مسٹر غامدی کی بیان کردہ سنت کی یہ تعریف دین کی کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں ہے اور اُمتِ مسلمہ کے اہل علم سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔آگے چل کر ہم سنت کی وہ تعریف درج کریں گے جو اہل علم کے ہاں مسلّم ہے۔

پھر اس سنت کے ثبوت کے بارے میں مسٹر غامدی لکھتے ہیں: سنت یہی ہے اور اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور قرآنِ مجید میں کوئی فرق نہیں ہے ۔وہ جس طرح صحابہ کے اِجماع اور قولی تواتر سے ملا ہے، یہ اسی طرح ان کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے اور قرآن ہی کی طرح ہر دور میں اُمت کے اجماع سے ثابت قرار پائی ہے"۔ [میزان، ص:۱۰]۔

مسٹر غامدی نے اسی بات کو دوسری جگہ اس طرح لکھا: "قرآن ہی کی طرح سنت کا ماخذ بھی اُمت کا اجماع ہے اور جس طرح وہ صحابہ کے اجماع اور قولی تواتر سے اُمت کو ملا ہے، اسی طرح یہ ان کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے"۔[میزان، ص:۶۰، طبع سوم،۲۰۰۸]۔

مزید لکھا: "جس طرح قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح سنت بھی اس سے ثابت نہیں ہوتی"۔[میزان، ص:۶۰، طبع سوم،۲۰۰۸]۔

ایک اور جگہ اسی مضمون کو اس طرح لکھتے ہیں:

"ثبوت کے اعتبار سے اس (سنت) میں اور قرآن میں کوئی فرق نہیں ہے۔وہ جس طرح اُمت کے اجماع سے ثابت ہے، یہ بھی اسی طرح اُمت کے اجماع ہی سے اخذ کی جاتی ہے "۔[میزان، ص:۶۲، طبع سوم،۲۰۰۸]۔

مسٹر غامدی کا دعویٰ ہے کہ سنت دین ابراہیمی کی رسوم ورواج کا نام ہے۔حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے سنت کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا اسی طرح صحابہ کرام بھی سنت

کے لفظ کو رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور عمل کے معنی میں ہی استعمال کرتے آئے ہیں۔

سنن ابو داؤد میں ہے "عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اِلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ، فَجَاءَهُ، فَقَالَ: يَا عُثْمَانُ، اَرَغِبْتَ عَنْ سُنَّتِي، قَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، وَلَكِنْ سُنَّتَكَ اَطْلُبُ، قَالَ: فَاِنِّي اَنَامُ وَاُصَلِّي، وَاَصُومُ وَاُفْطِرُ، وَاَنْكِحُ النِّسَاءَ، فَاتَّقِ اللهَ يَا عُثْمَانُ، فَاِنَّ لِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَاِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَصُمْ واَفْطِرْ، وَصَلِّ وَنَمْ"

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا، وہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عثمان کیا تم میری سنت سے روگردانی کرتے ہو۔ عرض کیا نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ ﷺ میں تو آپ کی سنت کا طالب ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں (رات میں) آرام بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں اور روزہ چھوڑ بھی دیتا ہوں اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیا ہے۔ اے عثمان اللہ سے ڈرو، بے شک تمھارے گھر والوں کا تم پر حق ہے اور تمھارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمھاری جان کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ رکھو اور کبھی روزہ چھوڑ بھی دیا کرو اور نماز پڑھو اور (رات میں) آرام بھی کر لیا کرو"۔ [سنن ابوداؤد، ج:۲، ص:۴۸، مکتبۃ العصریہ بیروت]۔

جامع ترمذی میں ہے "اَنس بْن مَالِكٍ، قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بُنَيَّ، اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِي: يَا بُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي، وَمَنْ اَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ اَحَبَّنِي، وَمَنْ اَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الجَنَّةِ"

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے بیٹے اگر تم اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ تمھارے شب و روز اس طرح گزریں کہ تمھارے دل میں کسی کے لئے میل نہ ہو تو اس طرح ضرور کرو، کیونکہ: اے بیٹے یہ میری سنتوں میں سے ہے اور جس (17) نے میری سنت کو زندہ کیا تو در حقیقت اس نے مجھ سے محبت کی اور جس

نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا"۔

[سنن ترمذی، ج:۴، ص:۳۴۳، مطبوعہ، مکتبہ دار الغرب، بیروت]۔

مسٹر غامدی کے نظریات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کیونکہ احادیث مبارکہ ہیں لہذا انہوں نے کھلم کھلا احادیث کا انکار کرنے کی بجائے شیطانی چال چلتے ہوئے پہلے سنت اور حدیث کو الگ الگ کیا اور پھر سنت کے ثبوت کے لئے اپنی طرف سے اجماع اور تواتر کی شرط لگا دی تا کہ اپنے اس ایک وار سے ہی ہزارہا سنتوں اور احادیث کو باطل کر سکیں۔

سنت خبر واحد سے بھی ثابت ہو جاتی ہے اور اس کے لئے اجماع اور تواتر کی شرط لگانا بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ آج تک اُمت کے معتمد اور ثقہ اہل علم میں سے کسی نے سنت کے ثبوت کے لئے تواتر کی شرط عائد نہیں کی۔ ترتیب احکام میں سب سے پہلے فرائض پھر واجبات پھر سنن پھر مستحبات کا درجہ آتا ہے۔ فرائض وواجبات جو سنت سے مقدم ہیں ان کا ثبوت تمام علماء اسلام کے نزدیک خبر واحد سے ہو سکتا ہے اس کے لئے اجماع یا تواتر ضروری نہیں اور خود مسٹر غامدی نے بھی فرائض وواجبات کے لئے تواتر و اجماع کی شرط نہیں لگائی تو سنتوں کے ثبوت کے لئے تواتر اور اجماع کی شرط لگانا سنتوں کو باطل قرار دینے کے علاوہ اس کو اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟۔

علماء اسلام کے نزدیک سینکڑوں سنن (سنتیں) اور ان کے احکام ایسے ہیں جو خبر واحد (اخبارِ آحاد) سے ثابت ہوتے ہیں اور بعض سنتوں میں صحابہ کا اجماع تو دور کی بات اختلاف تک مذکور ہے۔ مثلاً نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہونا۔ ابتداء میں صحابہ کرام علیہم الرضوان میں جنازے کی تکبیروں کے بارے میں احادیث مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں چار تکبیریں ہونے پر اتفاق ہو گیا۔

مبسوط للسرخسی میں ہے "ان عمر رضی الله تعالی عنه جمع الصحابة حين اختلفوا فی عدد التکبیرات وقال لهم انکم اختلفتم فمن یاتی بعدکم اشد اختلافا فانظروا آخر

صلاة ،صلاها رسول الله ﷺ علی جنازة فخذوا بذلك فوجدوه صلی علی امراة كبر عليها اربعاً فاتفقوا علی اربع ركعات"

ترجمہ:"جب نماز جنازہ کی تکبیرات کی تعداد میں اختلاف ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام علیھم الرضوان کو جمع کیا اور ان سے فرمایا جب تم اس میں اختلاف کرتے ہو تو جو تمھارے بعد آئیں گے ان کے درمیان تو بہت زیادہ اختلاف ہوگا، تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری نماز جنازہ پڑھانے کو دیکھو اور اسی کو اختیار کرو ۔صحابہ کرام علیھم الرضوان نے یہ پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (آخری مرتبہ) ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور اس میں چار تکبیریں کہیں تھیں لہذا تمام صحابہ کرام کا چار تکبیرات پر اتفاق ہوگیا"۔

[کتاب المبسوط، ج:۳،ص:۱۰۰، مطبوعہ، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]۔

اسی طرح چند اور سنتیں درج ذیل ہیں:

(۱) مَردوں کا ایک مشت داڑھی رکھنا۔

(۲) شہید کی میت کو نہ توغسل دینا اور نہ اسے کفن پہنانا۔

(۳) عورت پر جمعہ کی نماز کا فرض نہ ہونا۔

(۴) ماں کی عدم موجودگی میں میت کی دادی کو وراثت میں سے چھٹا حصہ دینا۔

(۵) ایسی عورت جس کا نکاح میں مہر مقرر نہیں کیا گیا اور رخصتی سے قبل اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اس کو مہر مثل اور میراث سے حصہ دینا اور عدت کا اس پر لازم ہونا۔(18)

(۶) وارث کے حق میں وصیت کا ناجائز ہونا۔

(۷) ایک تہائی سے زائد وصیت کا نافذ نہ ہونا۔

(۸) حضورؐ کی وراثت کا تقسیم نہ ہونا۔

(۹) مفتوح پارسیوں (مجوسیوں) سے جزیہ لینا۔

(۱۰) نبی ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد خلیفۃ المسلمین کا قریش میں سے ہونا۔

(۱۱) نبی ﷺ نے جہاں دنیا سے پردہ فرمایا اسی جگہ آپ کی تدفین ہونا۔

(۱۲) مردوں کے لئے ریشم اور سونے کا استعمال ممنوع ہونا۔

(۱۳) مدینہ منورہ کا حرم ہونا۔

(۱۴) قرآنِ مجید کی تلاوت کے وقت مقاماتِ سجود پر سجدہ کرنا۔

اس طرح کے بے شمار احکام اور سنن ہیں جو خبر واحد سے ثابت ہوتے ہیں ۔لیکن مسٹر غامدی کے نزدیک ان میں سے کوئی سنت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ شاید ان کے دین کا قبلہ مغرب ہے اور وہاں کی سنتیں ہی ان کے نزدیک ثابت شدہ ہیں ۔ مسٹر غامدی کا حلیہ دیکھ کر ہماری اس بات کی صداقت کی گواہی ہر شخص باخوبی دے سکتا ہے کہ داڑھی مونچھ صاف اور ننگے سر بے پردہ عورتوں کے جھرمٹ میں بیٹھنے والے شخص کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے بجائے مغرب کی سنتیں ہی قابل تقلید اور قابل عمل ہیں ۔

شاعر مشرق کا ایک شعر کچھ تصرف کے ساتھ ان پر بالکل صادق آتا ہے:۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود　　　یہ غامدی ہے جسے دیکھ کے شرمائیں یہود

(۶) مسٹر غامدی کی کفار و مشرکین کے لئے ہمدردی

مسٹر غامدی مغرب سے در آمد شدہ اسلام مسلمانوں میں رائج کرنے کے لئے تسلسل کے ساتھ مسلمانوں کے مسلّمات کا انکار کرکے ان کو مشکوک بنانے میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے محسنین و مغرب سے درآمد شدہ اسلام کے موجدین کو کافر و مشرک جیسے قبیح القاب سے محفوظ رکھنے کے لئے شب و روز کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔کسی نے مسٹر غامدی سے پوچھا:

"اہل کتاب کو کافر کہنا درست ہے یا نہیں ؟ اللہ تعالی نے سورۃ المائدہ کی آیت ۲۷ میں عیسائیوں کے عقیدہ کو کفر سے تعبیر کیا ہے"۔

اس کے جواب میں مسٹر غامدی نے لکھا "کسی کو کافر قرار دینا ایک قانونی معاملہ ہے۔ پیغمبر اپنے الہامی علم کی بنیاد پر کسی گروہ کی تکفیر کرتا ہے۔ یہ حیثیت اب کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ اب ہمارا کام یہی ہے کہ ہم مختلف گروہوں کے عمل اور عقیدہ کی غلطی واضح کریں اور جو لوگ نبیؐ کی نبوت کو نہیں مانتے انہیں بس غیر مسلم سمجھیں اور ان کے کفر کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں"۔

[ماہنامہ اشراق، ص:۵۵،۵۴]۔

اسی طرح ایک اور سوال پوچھا گیا کہ کیا ہندو مشرک ہیں؟ اس کے جواب میں مسٹر غامدی نے لکھا:

"ہمارے نزدیک مشرک وہ شخص ہے جس نے شرک کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی شرک ہی کو بطورِ دین اپنا رکھا ہو۔ چونکہ اب کسی ہندو کے بارے میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے شرک کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی شرک ہی کو بطور دین اپنا رکھا ہے، لہذا اسے مشرک نہیں قرار دیا جا سکتا اور نہ قرآن کے اس حکم کا اطلاق اس پر کیا جا سکتا ہے"۔

[مسٹر غامدی کے شاگرد، معز امجد کی سائٹ غامدی کے ادارے المورد سے الحاق شدہ(19)، www.urdu.understanding-islam.org]۔

مذکورہ اقتباسات کا خلاصہ یہ نکلا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی فرد کو اس کے عقائد کفریہ کی بنیاد پر کافر یا مشرک قرار دے سکے۔

موسوعۃ الاجماع میں موضوع نمبر ۳۴۱۲ "من هو الكافر" یعنی، کافر کس کو کہتے ہیں کے تحت ہے۔

"اتفقوا على ان من لم يؤمن بالله تعالى وبرسوله ۔وبكل ماأتى به عليه السلام مما نقل عنه نقل الكافة ،او شك فى التوحيد ،او فى النبوة او فى محمد او فى حرف مما أتى به عليه السلام ،او فى شريعة أتى بها عليه السلام مما نقل عنه نقل كافة ،فان من جحد شيأً مما ذكرنا ،او شك فى شيء منه ،ومات على ذلك فانه كافر ،مشرك مخلد فى النار ابدا"

ترجمہ:"تمام علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ؐ اور جو کچھ احکام آپ اللہ کی طرف سے لے کر آئے جو آپ ﷺ سے متواتراًروایت کیے گئے ہیں ان پرایمان نہیں لائے،یاجو توحید میں شک کرے یاآپ ﷺ کی نبوت میں شک کرے یاآپ ﷺ کی ذات میں شک کرے یا کسی حرف میں شک کرے جو آپ کو عطاء کیا گیا یا شریعت کے وہ احکام جو آپ ﷺ سے تواتراً نقل کیے گئے ۔مذکورہ چیزوں میں سے کسی بھی چیز کا جوانکار کرے یااس میں شک کرے اور اسی حالت میں مرجائے تووہ کافرو مشرک اور ہمیشہ جہنم کا عذاب بھگتنے والا ہے"۔[موسوعۃ الاجماع،باب نمبر:۳۴۱۲،ص:۹۶۳]۔

مزید اسی میں باب نمبر۳۴۱۳تسمیۃاھل الکتاب کفاراًکے تحت ہے۔

:"اتفقوا على تسمية اليهودوالنصارى كفارا"

" تمام اہل اسلام کا یہود ونصاری کو کفار موسوم کرنے پر اتفاق ہے "۔[موسوعۃ الاجماع،باب نمبر:۳۴۱۳،ص:۹۶۳]۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہنے والوں کو کافر قرار دیا۔

اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے:" لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ "

ترجمہ کنز الایمان:"بے شک کافر ہوئے جو جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے "۔[سورۂ المائدہ۔آیت:۱۷]۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے عقائدہ ثلیث کو کفر قرار دیا اور اس عقیدہ کے حامل افراد کو کافر قرار دیا۔

سورۂ المائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:" لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ "

ترجمہ کنزالایمان:"بے شک کافر ہیں جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے۔ اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا، اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جوان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہونچے گا"۔[سورۂ المائدہ۔ آیت:۷۳]۔

اس سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے اور وہ کفر اور شرک پر قائم رہے تو بالاجماع ایسے شخص کو کافر و مشرک قرار دیا جائے گا ۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے متعیّن افراد پر کفر کا حکم نہیں لگایا بلکہ جن لوگوں میں شرک اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور عقیدۂ آخرت کا انکار پایا ان کے کافر ہونے کا اعلان کیا گیا۔ جن بنیادوں پر قرآن نے یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو کافر قرار دیا وہ تمام باتیں آج کے یہود ونصاریٰ اور مشرکین میں بدرجہ اتم بلکہ بدرجہءِ کمال پائی جاتی ہیں اس لئے قرآن کے حکم کے مطابق ان پر بھی کافر و مشرک حکم لگے گا اگرچہ مسٹر غامدی کو یہ بات بُری لگتی ہو۔

مسٹر غامدی ویسے تو قرآن کو اس کے اصول کی روشنی میں مطالعہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن خود قرآنی اصول کے برخلاف موجودہ یہود ونصاریٰ (20) اور ہنود کو کافر اور مشرک قرار دینے سے منع فرماتے ہیں۔

مسٹر غامدی کا کسی کو کافر یا مشرک قرار دینے کے لئے نبی اور الہامی علم کی شرائط لگانا شیطانی اجتہاد کا شاخسانہ ہے۔اتنی واضح قرآنی آیات کے باوجود مسٹر غامدی نجانے کونسے الہامی علوم کے انتظار میں ہیں جن کی بنیاد پر وہ کسی کی تکفیر کا فیصلہ کریں گے۔ مسٹر غامدی نے یہ قیودات قرآن کی کونسی آیات یا احادیث سے اخذ کی ہیں اس کا کوئی نام ونشان ان کی پوری کتاب میں کہیں نہیں ملتا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ مسٹر غامدی اس بات کے معترف ہیں کہ کسی کے عقیدے اور عمل کی غلطی واضح کرنے کا اختیار مسلمانوں کو حاصل ہے۔ مسٹر غامدی سے کوئی یہ پوچھے جناب عالی آپ کسی کے عقیدے اور عمل کو غلط کیا اپنی ذاتی رائے سے ثابت کریں گے یا شریعت کی بتائی ہوئی تعلیمات کے ذریعے ؟

اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ اپنی عقل کے ذریعے ہم یہ کام کریں گے تو ان کی عقل کوئی عقلِ کل تو ہے نہیں لہذا وہ شخص جو کسی غلط عقیدے اور عمل پر ہو ان کی عقلی موشگافیوں سے اس پر اپنا باطل ہونا کیسے ظاہر ہو سکتا ہے اور اگر وہ کہیں کہ شریعت کی بتائی ہوئی تعلیمات کے ذریعے ہم یہ کام کریں گے تو انہی تعلیمات میں اللہ کی ذات وصفات کے منکرین یا ان میں شرک کے مرتکب یا رسول اللہؐ کی نبوت کے منکر افراد کو کافر قرار دیا گیا اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی ماننا یا اس کے ماننے والوں کو مسلمان جاننا صحابہ کرام کے اجماع سے کفر ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب اور دیگر جھوٹے مدعیانِ نبوت اور ان کے ماننے والوں کو کافر قرار دے کر ان کے ناپاک وجود سے اس دنیا کو پاک کیا گیا۔

کہیں پے نگاہیں اور کہیں پے نشانہ

مسٹر غامدی کی یہ ساری ردوکد اور کاوشیں اپنے بیرونی آقاؤں کی ناجائز اولاد قادیانیوں کو بچانے اور ان کی تحریک کو بڑھاوا دینے کے لئے ہیں۔ان کو تکلیف اس بات کی ہے کہ قائد ملت

اسلامیہ حضرت علامہ مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علماء کی شب وروز کوششوں کے نتیجے میں پاکستان کے تمام مکاتب فکر نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو کافرو غیر مسلم قرار دیا اور آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کیا گیا ہے ۔ مغرب کی پوری کوشش ہے کہ کسی طرح اس شق کو پاکستان کے آئین سے ختم کیا جا سکے اور اس کے لئے وہ اپنے ٹکڑوں پر پلنے والے نام نہاد روشن خیال لوگوں کو استعمال کرتے رہتے ہیں ۔ اور مغرب سے فنڈ لینے والی سیکڑوں این ،جی ،اوز آئے دن اس بارے میں شور اور واویلا کرتی رہتی ہیں ۔

مسٹر غامدی کا قبلہ بھی مغرب ہے اس لئے اپنے آقاؤں سے نمک حرامی کیسے کر سکتے ہیں ان کے ٹکڑوں کا حق ادا کرنے کے لئے وہ اس طرح کی پھلجھڑیاں چھوڑتے رہتے ہیں لیکن ان کی یہ ساری کوششیں بے کار جائیں گی کیونکہ خاتمیت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلمانوں کا ایمان غیر متزلزل ہے اور مسلمان ہر اس کوشش کو ناکام بنادیں گے جو ان کے اس عقیدے میں خلل ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ اور مسلمان ان مغربی ایجنٹوں اوران کی سازشوں کو بخوبی پہنچاتے ہیں۔

(۷) مسئلہ زکوٰۃ اور مسٹر غامدی کا انوکھا اجتہاد

مسٹر غامدی کے شیطانی اجتہادات کی نظیر مسئلہ ء زکوٰۃ بھی ہے۔ ان کے نزدیک زکوٰۃ کے نصاب کی تعین کا اختیار ریاست کے پاس ہے ،اگرچہ اس ریاست کے حکمران فاسق وفاجر بلکہ مذہب بیزار یا سیکولر ہی کیوں نہ ہوں۔

مسٹر غامدی اپنے خود ساختہ اجتہاد کے نتیجے میں شیطان کی طرف سے الہام ہونے والے اصول کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تیسری بات یہ کہ ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے اور جن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے ،ان کے لئے عام دستور کے مطابق کوئی

نصاب بھی مقرر کر سکتی ہے"۔[میزان ۳۵۳،طبع سوم،۲۰۰۸]۔

زکوٰۃ کوئی ریاستی ٹیکس نہیں ہے بلکہ ایک مذہبی فریضہ ہے اس لئے اس کا ماخذ شریعت اسلامیہ ہے نہ کہ ریاستی اختیار و طاقت۔ اس لئے زکوٰۃ کے (21) تمام احکام اور مسائل کے اخذ کے لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک امت مسلمہ، تمام فقہاء کرام حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے فرمودات اور قرآن پاک کی آیات کی طرف رجوع کرتے آئے ہیں۔ لیکن مسٹر غامدی نے زکوٰۃ کو مذہبی فریضہ سے نکال کر ریاستی ٹیکس کی حیثیت دے دی ہے اس لئے زکوٰۃ کے نصاب اور دیگر معاملات میں ریاست کو مداخلت کی کھلی چھٹی دے دی ہے۔

مسٹر غامدی کے نظریات کا قبلہ کیونکہ مغرب ہے اور مغرب کا ریاست کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ اپنی عوام کے لئے ریاست ہر قسم کا فیصلہ کر سکتی ہے اور اس معاملے میں اس کے اس حق پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مغربی ریاستوں میں ہم جنس پرستی جیسی قبیح چیزوں کو بھی قانونی اور جائز قرار دیا جا رہا ہے۔ جبکہ ہمارا ملک پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اور اسلامی ریاست کو لامحدود اختیارات حاصل نہیں ہوتے۔ اسلامی ریاست کے اختیارات کا منبع ذات خداوندی ہوتی ہے اور اس کے عطاء کردہ اختیار کے دائرے میں رہ کر ہی قانون سازی کی جا سکتی ہے۔ اسی لئے ہمارے آئین میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالی کے لئے ہونے کا اقرار کیا گیا ہے اور اس ملک کے تمام قوانین قرآن و سنت کے تابع ہوں گے اس کا بھی اقرار ہے۔ مغرب اور ان کے حواریوں کو اس بات سے بھی بڑی تکلیف ہے کہ پاکستان کے نام کے ساتھ لفظ "اسلامی" کیوں لگا ہے اور وہ آئے دن اس طرح کے شوشے چھوڑتے رہتے ہیں کہ ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا جیسا کہ ابھی پچھلے دنوں ہی مسٹر غامدی صاحب نے جنگ اخبار کے کالم میں اس بات کو دہرایا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ریاست کا کوئی مذہب ہی نہیں ہوتا اور دوسری

طرف وہ اسی لامذہب ریاست کو مذہبی معاملات میں مداخلت کرنے کا کُلی اختیار بھی عطا کرتے ہیں کہ جب وہ چاہے کسی بھی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے اور زکوٰۃ کے نصاب میں ترمیم بھی کر سکتی ہے۔

زکوٰۃ ایک شرعی فریضہ ہے اور اس کی تمام شرائط اور نصاب اور مصارف کا منبع اور ماخذ شریعت ہی ہے کسی ریاست کو اس میں ترمیم اور تبدیلی کا اختیار نہیں ہے۔ قومیت پر مبنی ریاستیں ابھی پچھلی صدی ہی میں وجود میں آئی ہےں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں اس طرح کی ریاستوں کا کوئی تصور نہیں تھا لہذا یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس طرح کی ریاستوں کو قانون زکوٰۃ میں کسی قسم کی تبدیلی اور ترمیم کا اختیار رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کسی عمل سے ثابت کیا جاسکے بلکہ اس کے برخلاف خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب کچھ قبائل نے زکوٰۃ کے نظام میں تبدیلی کی کوشش کی اور اسلامی ریاست کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو تمام صحابہ کرام نے متفق ہو کر ان کی اس ناپاک حرکت کا جواب اپنی تلوار سے دیا۔ لہذا مسٹر غامدی کے نظریاتی قبلہ مغربی ریاستوں کو تو ان کے مذہب میں تبدیلی کا اختیار حاصل ہو سکتا ہے اور وہ اپنی ریاستوں میں عیسائیت یا یہودیت کے خلاف جیسی چاہیں ترامیم کریں لیکن کسی اسلامی ریاست میں مذہب اسلام کے کسی مسلّمہ معاملے میں تبدیلی کا سوچا بھی نہیں جاسکتا اور اگر کوئی یہ کوشش کرے گا تو عام مسلمان اس کو نشانِ عبرت بنادیں گے۔

(۸) مسٹر غامدی کی مرتدین سے ہمدردی

قبول اسلام کے لئے کسی غیر مسلم پر جبر واکراہ کرنا جائز نہیں ہے لیکن اپنی رضا و خوشنودی سے اسلام لانے کے بعد اگر کوئی شخص اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرلے تو اسے ارتداد اور اس کے مرتکب کو مُرتَدّ کہا جاتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں حکم ہے کہ اگر کسی شبہے کی وجہ سے

اسلام سے پھرا ہے تو اس کے شبہات کو دور کیا جائے گا اور پھر اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اگر وہ توبہ نہ کرے تو حاکم اسلام بطور سزا اس شخص کے قتل کا حکم دے گا اور اگر وہ عورت ہو تو اس کے قتل کا حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ اسے قید میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ حکم حاکم اسلام کے ساتھ خاص ہے عام افراد کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ خود سے کسی پر یہ حد جاری کریں۔

مرتد کے حوالے سے مسٹر غامدی اور ان کے حواریوں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ سزا صرف نبی کریمؐ کے زمانے کے مرتدین کے ساتھ خاص تھی ،اس کے بعد کسی شخص کو ارتداد کی یہ سزا نہیں دی جاسکتی ۔[برھان ،ص:۱۴۳،۱۴۲]۔(22)

مسٹر غامدی شرعی احکام میں اپنی طرف سے کتروبیونت کے عادی ہیں۔ جب جی چاہتا ہے بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی حکم کو عام اور کسی حکم کو خاص قرار دے دیتے ہیں ۔جن احادیث میں مرتد کی سزا قتل بیان کی گئی ہے، ان کا سیاق وسباق اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین جنھوں نے یہ فرمان مصطفیؐ براہ راست اپنے کانوں سے سنا اور اس کا مفہوم سمجھا ان کا عمل سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حکم ہر زمانے کے مرتدوں کے لئے ہے۔

امت مسلمہ کے فقہاء کرام میں سے کسی عالم دین نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اس حدیث کا تعلق بنو اسماعیل کے ساتھ خاص ہے ۔اسی لئے ہزار باتوں میں اختلافات کے باوجود تمام علماء اسلام کے نزدیک بالاتفاق یہ حکم عام ہے اور ہر دور کے مسلمان حکمرانوں نے مرتدین کی سزا قتل ہی رکھی ہے ۔اور بالفعل کئی مرتدین کو ریاست کے حکم پر قتل بھی کیا گیا ہے۔ کتب تواریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

مسٹر غامدی اپنے مغربی آقاؤں کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں اورانہی کو خوش کرنے کے لئے شیطانی اجتہاد کرتے رہتے ہیں۔ان کے اجتہاد کو ان کے حواری تو تسلیم کر سکتے ہیں لیکن امت مسلمہ مسٹر غامدی کے اجتہاد سے لاتعلق ہے اور وہ اللہ تعالی اوراس رسول اللہ ﷺ کے فرمودات اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور علماء اسلام کے بیان کردہ شرعی احکامات پر کاربند ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے " وَمَنۡ يَّرۡتَدِدۡ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَيَمُتۡ وَهُوَكَافِرٌ فَاُولٰٓـئِكَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ‌ۚ وَ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ "۔

ترجمہ کنزالایمان:"اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں ۔ اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا"۔[البقرۃ،آیت:۲۱۷]۔

صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری کتب میں حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے مرتد کی سزا کے بارے میں متعدّد ارشادات اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل بھی منقول ہے۔

صحیح بخاری میں ہے"عن عكرمة قال: اتى على رضى الله عنه بزناديق فاحرقهم فبلغ ذالك ابن عباس رضى الله تعالى عنه فقال: لو كنت انا لم احرقهم لنهى رسول الله صلى الله عليه وسلمؑ قال: لا تعذبوا بعذاب الله ولقتلتهم لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه".

ترجمہ:"حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چند زندیق لائے گئے تو انہوں نے ان کو آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمایا: میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا اس لئے کہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور فرمایا: ایسا عذاب نہ دو جو اللہ تعالیٰ (جہنم میں) دے گا۔میں ان کو حضور نبی کریم ﷺ کے

ارشاد: جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے، اس کو قتل کردو، کے تحت قتل کردیتا"۔

[صحیح بخاری، حدیث: ۶۹۲۲، ۳۰۱۷۔

ابوداؤد، حدیث: ۴۳۵۱۔ ترمذی، حدیث: ۱۴۵۸۔ سنن النسائی، حدیث: ۴۰۵۹]۔

سنن نسائی میں ہے "عن عكرمة قال قال ابن عباس رضى الله تعالى عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه"

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے اس کو قتل کردو"۔

[سنن نسائی، ص: ۱۴۹ ژج: ۲ ژ سنن ابن ماجہ ص: ۲۸۱]۔

صحیح مسلم میں ہے "عن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلمٹ لا يحل دم رجل مسلم يشهد ان لا اله الا الله (23)و انى رسول الله الا باحدى ثلاث: الثيب الزانى، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة"

ترجمہ: "حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دے ژ اس کا خون بہانا جائز نہیں، سوائے تین میں سے کسی ایک وجہ کے: (۱) شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا (۲) جان کے بدلے جان (۳) اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جانے والا"۔

[مسلم ص: ۹۵ ج: ۲۔ ابوداؤد ص: ۲۴۲، ج: ۲۔ سنن نسائی، ص: ۵۶۱، ج: ۲۔ ابن ماجہ، ص: ۲۸۱۔ سنن کبریٰ بیہقی ص: ۴۹۱، ج: ۸۔ ترمذی:، ص: ۹۵۲، ج: ۱]۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ فقہ اسلامی کی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد جس کا ترجمہ حال ہی میں مسٹر غامدی کے ایماء پر شائع کیا گیا ہے جس سے یہ لگتا ہے کہ مسٹر غامدی کے نزدیک یہ کتاب مستند

اور قابل اعتماد ہے۔ اسی میں ہے "والمرتد اذا ظفر به قبل ان يحارب فاتفقوا على انه يقتل الرجل لقوله عليه الصلوٰة والسلام :من بدل دينه فاقتلوه"۔

ترجمہ: "اگر مرتد جنگ سے پہلے گرفتار ہو جائے تو علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس مرد کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے جو شخص اپنا دین بدل لے اسے قتل کر دو۔

[بدایۃ المجتہد ،جزء :۴،ص:۲۴۲]۔

(۹) مسٹر غامدی کا شادی شدہ زانی کی سزا رجم کا انکار کرنا

رجم کی سزا توریت میں بھی بیان کی گئی تھی اور اسلام نے بھی اس سزا کو برقرار رکھا ہے لیکن دورِ رسالتؐ کے یہودیوں نے توریت کے اس حکم میں تبدیلی کر کے اپنی مرضی کی سزا نافذ کر لی تھی ۔آج مغرب پر یہود ہی کا غلبہ ہے اس لئے مغرب کی طرف سے اسلام پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان میں سر فہرست رجم کی سزا بھی ہے۔ مسٹر غامدی مغرب کے پیروکار ہیں اس لئے اپنے مربی اور محسن یہود کے نقش قدم سے کس طرح دور رہ سکتے تھے۔ تو مسٹر غامدی نے یہود کی پیروی کرتے ہوئے شادی شدہ زانی کے لئے رجم کی شرعی سزا یعنی حد کا انکار دیا۔ اپنے دنیا میں واحد امام، حمید الدین فراہی کی تحقیق کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

زانی کنوارا ہو یا شادی شدہ ،اس کی اصل سزا تو سورہ نور میں قرآن کی صریح حکم کی بنا پر سو کوڑے ہی ہے، لیکن اگر مجرم زنا بالجبر کا ارتکاب کرے یا بدکاری کو پیشہ بنالے یا کھلم کھلا اوباشی پر اتر آئے یا اپنی آوارہ منشی، بدمعاشی اور جنسی بے راہ روی کی بنا پر شریفوں کی عزت و ناموس کے لیے خطرہ بن جائے یا مردہ عورتوں کی نعش قبروں سے نکال کر ان سے بدکاری کا مرتکب ہو یا اپنی دولت اور اقتدار کے نشے میں غربا کی بہو، بیٹیوں کو سربازار برہنہ کرے یا کم سن بچیاں بھی اس کی درندگی

سے محفوظ نہ رہیں تو مائدہ کی اس آیت محاربہ کی رو سے اسے رجم کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ ....زنا کی سزا کے بارے میں اپنا جو نقطہ نظر ہم نے اوپر بیان کیا ہے، اس سے حقیقت بالکل مبرہن ہو جاتی ہے کہ کنوارے زانیوں کی طرح شادی شدہ زانیوں کی سزا بھی قرآن مجید کی رو سے ضربِ تازیانہ ہی ہے۔[برھان، ص:۹۱]۔

مسٹر غامدی کی مذکورہ عبارت سے ان کا یہ موقف سامنے آتا ہے۔

(۱) قرآن مجید میں ہر قسم کے زانی کی سزا صرف کوڑے مارنا ہے۔

(۲) جو زنا بالجبر کرے یا بدکاری کا پیشہ کرے یا کھلم کھلا اوباشی کرے اور اسی کی مثل دیگر زانی کی سزا بھی اصل میں کوڑے ہی ہیں صرف حاکم چاہے تو ایسے افراد کو محاربے کی آیت کے ضمن میں رجم کی سزا بھی دے سکتا ہے۔

(۳) حضور ﷺ اور صحابہ کے دور میں جن افراد کو رجم کیا گیا مسٹر غامدی کے موقف کے مطابق ان میں مذکورہ بالا خرابیاں پائی جاتیں تھیں۔

مسٹر غامدی کا موقف سراسر باطل اور ان کا اپنا من گھڑت ہے صحیح احادیث اور اجماعِ امت سلفاً و خلفاً اس بات پر ہے کہ شادی شدہ زانی کو بطور حد رجم کیا جائے گا چاہے وہ زنا بالجبر ہو یا نہ ہو اسی طرح اس میں مذکورہ خرابیاں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں۔(24)

صحیح بخاری میں امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:"ان اللہ بعث محمد ابالحق وانزل علیہ الکتاب فکان ممانزل اللہ تعالیٰ آیۃ الرجم ،رجم رسول اللہ ،ورجمنا بعد ہ والرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنیٰ اذا احصن من الرجال والنساء اذاقامت البینۃ اوکان الحبل اوالاعتراف"

ترجمہ:" بے شک اللہ تعالیٰ نے حضوراکرم ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجاہے اورآپ پرکتاب اتاری۔جوآیات اللہ تعالیٰ نے اتاریں ان میں سے آیتِ رجم بھی تھی ۔رسول

اللہ ؐ نے رجم فرمایا اورآپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا،اوررجم کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے ،ان مرد وعورتوں پر جواحصان (شادی شدہ)ہونے کے بعد زنا کے مرتکب ہوں۔ جبکہ زنا کے ثبوت کے گواہ گواہی دے دیں یا(زنا سے)عورت کو حمل ٹھہر جائے یاکوئی زنا کااقرار کرلے"۔

صحیح بخاری،حدیث:۶۷۳۰،صحیح مسلم ،حدیث:۱۶۹۱]۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،آپ مسجد میں تشریف فرماتھے تواس نے پکارا،یارسول اللہ ﷺ! "میں نے زناکیاہے" نبیٔ کریم ﷺ نے اس کی طرف سے چہرۂ اقدس پھیرلیا،تووہ آپ کے چہرۂ انور کے اس رخ کی طرف آگیاجس طرف آپ نے اپناچہرہ انورکیاتھا۔اس نے پھرعرض کی :"میں نے زناکیاہے۔"نبیٔ کریم ﷺ نے اس کی طرف سے پھرچہرۂ اقدس پھیرلیا؛اسی طرح جب چار مرتبہ اقرارکرچکا،توحضور ﷺ نے اسے بلایا،فرمایا:"کیاتجھے دیوانگی ہے؟"بولا:نہیں،فرمایا:"کیاتومحصن(شادی شدہ)ہے؟"عرض کیا،"ہاں یارسول اللہ ﷺ!"

قال اذهبوا به فارجموه"

ترجمہ: تورسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ارشادفرمایا:"اسے لے جاکررجم کردو۔"

قال ابن شهاب فاخبرنی من سمع جابر بن عبدالله يقول فرجمناه بالمد ينة "

ترجمہ:" حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشادفرمایا:"کہ مجھے اس نے خبردی جس نے حضرت جابربن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفرماتے ہوئے سناہے کہ پھرہم نے اسے مدینہ میں رجم کردیا" ۔[صحیح بخاری،حدیث:۵۲۷۱و۶۷۱۷]۔

مسٹر غامدی بتائیں اس حدیث میں جس شخص کو رجم کرنا بیان کیا گیا ہے اس میں زنا بالجبر، کھلم کھلا اوباشی، شرفاء کی عزت کے لئے خطرہ، غریبوں کی بیٹیوں کو سرعام برہنہ کرنا، کم سن بچیوں سے زنا، مردہ عورتوں سے زنا ان میں سے کونسی خرابی پائی جاتی تھی۔ اس شخص نے تو رضا کارانہ طور پر خود گناہ کا اعتراف کیا اور ایک مثالی توبہ دنیا میں ہی کر گئے۔

موسوعۃ الاجماع میں ہے" ان المسلمین اجمعوا علی ان الزانی المحصن ،اذا زنی عامدا .عالما،مختارا ،حدّہ الرجم حتی یموت ،وقالت الخوارج وبعض المعتزلۃ بعد م الرجم "

ترجمہ: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی جب جان بوجھ کر اپنے اختیار سے زنا کا مرتکب ہو تو اس کی سزا رجم ہے، یہاں تک کہ وہ مر جائے، جبکہ خارجیوں اور بعض معتزلہ کا موقف رجم نہ کرنے کا ہے۔"

[موسوعۃ الاجماع، باب:۱۱۳۸، حد الزانی الحرا المحصن، ص:۳۴۱]۔

مسٹر غامدی کی معتمد کتاب **بدایۃ المجتہد میں ہے** "فاما الثیب الاحرار المحصنون فان المسلمین اجمعوا علی حدھم الرجم الامزقۃ من اھل الأھواء فانھم رأوا ان حد کل زان الجلد "

ترجمہ: "شادی شدہ آزاد محصن زانی کے بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس کی حد رجم ہے، سوائے اپنے نفس کی خواہش پر چلنے والے چند افراد کے، کہ ان کا گمان ہے کہ ہر زانی کی سزا کوڑے مارنا ہے"۔ [بدایۃ المجتہد، جزئ:۴، ص:۲۱۸]۔(25)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا متفقہ موقف یہ ہے کہ شادی شدہ زانی خواہ وہ زنا بالجبر کرے یا زنا بالرضا کرے اس کی سزا رجم ہی ہے۔

مسٹر غامدی مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر خوارج، معتزلہ اور خواہش پرستوں کے راستے پر گامزن ہیں اور ان کا انجام بھی ان سے مختلف نہیں ہوگا۔

(۱۰) امام مہدی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسٹر غامدی کے تصورات

مسٹر غامدی نے اپنی کتب میں ظہور امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا اپنے من گھڑت اور خود ساختہ اصول کی بنیاد پر انکار کیا ہے۔

مسٹر غامدی اپنی کتاب میزان میں لکھتے ہیں "ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کو بھی قیامت کی علامات میں شمار کیا جاتا ہے، ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے ظہور مہدی کی روایتیں محدثانہ تنقید کے معیار پر پوری نہیں اترتیں، ان میں کچھ ضعیف ہیں اور کچھ موضوع ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ بعض روایتوں میں جو سند کے لحاظ سے قابل قبول ہیں ایک فیاض خلیفہ کے آنے کی خبر دی گئی ہے، لیکن دقت نظر سے غور کیا جائے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا مصداق سیّدنا عمر بن عبدالعزیز تھے جو خیر القرون کے آخری خلیفہ بنے۔۔۔۔۔ نزول مسیح کی روایتوں کو اگرچہ محدثین نے بالعموم قبول کیا ہے، لیکن قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیے تو وہ بھی محل نظر ہیں۔" [میزان، ص:۱۷۸،۱۷۷]۔

مسٹر غامدی کی یہ عبارت تضادات کا مجموع ہے ایک طرف وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ امام مہدی کے بارے میں بعض روایات سند کے اعتبار سے قابل قبول ہیں اور دوسری طرف وہ تمام روایتوں کو ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں۔ تنقید کا اتنا اعلیٰ معیار قائم کیا ہے کہ بغیر کوئی حدیث ذکر کیے اور بغیر کسی سند اور راوی کی خرابی بیان کیے بیک جنبش قلم تمام احادیث کو خود ساختہ محدثانہ تنقید کے معیار سے کم تر قرار دے دیا۔ اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی روایات ان کی محدثانہ تنقید کی زد سے بچ جانے اور محدثین کے نزدیک بالعموم مقبول ہونے کے باوجود ان کے خود ساختہ قرآن کی روشنی کے مطابق قابل رد ٹھہر گئیں۔ مسٹر غامدی نے یہ روشنی قرآن کی کس آیت سے حاصل کی اس کا ذکر کرنا بھی انہوں نے مناسب نہ سمجھا کہ آخر قرآن کی کونسی آیت ہے جس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا

صراحتاً انکار کیا گیا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے ان تمام صحیح احادیث کو رد کر دیا۔ مسلمانوں کے قرآن میں تو ایسی کوئی آیت ہے ہی نہیں شاید ان کے قبلہ وکعبہ مغرب کے ٹکسال میں ابھی کوئی ایسی آیت تیار کی جا رہی ہو جس کا ابھی ذکر کرنا انہوں نے مناسب نہ سمجھا ہو۔

مسٹر غامدی کے شیطانی تصورات کے برخلاف امت مسلمہ ظہور امام مہدی اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یقین رکھتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے کہنے ہی پر قرآن کو اللہ کا کلام اور اللہ تعالی کا وجود بن دیکھے تسلیم کر لیا ہے تو ان کے کہے پر کوئی مسلمان ظہور امام مہدی اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شک نہیں کر سکتا۔

مسٹر غامدی کو محدثانہ تنقید کی الف ب بھی معلوم نہیں۔ جن محدثین نے اپنی ساری عمر احادیث کی خدمت میں گزار دی اور حدیث کے بارے میں جن کی رائے مسلّمہ حیثیت رکھتی ہے انہوں نے ظہور امام مہدی اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روایات اپنی کتب میں درج فرمائی ہیں اور ان کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔

سنن ابوداؤد میں ہے "عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَهْدِيُّ مِنِّي، اَجْلَى الْجَبْهَةِ، اَقْنَى الْاَنْفِ، يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ".

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مہدی مجھ سے ہیں روشن پیشانی والے ستواں ناک والے، وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جیسے وہ ظلم اور جفا سے بھری تھی اور وہ سات سال تک حکومت کریں گے"

[سنن ابو داؤد، ج:۲، ص:۱۳۶۷، مطبوعہ مکتبۃ العصریہ بیروت]۔(26)

ابوداؤد میں ہے "عَنْ أُمِّ سَلَمَة رضی الله عنها قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: اَلْمَهدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ وُّلْدِ فَاطِمَة "

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: مہدی میرے خاندان اور فاطمہ کی اولاد میں سے ہو گا۔

[ابوداؤد، کتاب الفتن، ج:۴، ص:۱۰۷، مطبوعہ مکتبۃ العصریہ، بیروت]۔

عرب میں خلیفہ وقت کی موت کے بعد نئے خلیفہ کی بیعت پر اختلاف ہو گا بالآخر امام مہدی (محمد بن عبداللہ) کی بیعت پر لوگ متفق ہوجائیں گے امام موصوف کی بیعت مسجد حرام میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہوگی۔ امام مہدی کی بیعت کو بغاوت سمجھ کر کچلنے کے لیے آنے والا لشکر بیداء کے مقام پر دھنس جائے گا۔

مسلمان یہ احادیث غور سے پڑھیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے امام مہدی کو اپنے خاندان اور خاتون جنت کی اولاد میں سے قرار دیا اوران کا نام اپنے نام کے مطابق بتایا سات سال تک ان کی حکومت کا عرصہ بھی بیان فرمایا۔ سٹر غامدی کا ان تمام نشانیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان احادیث کا مصداق بتانا اسی طرح ہے جیسے مرزا قادیانی نے ان احادیث کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا تھا۔

اور یہی حال نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے، نا صرف احادیث مبارکہ بلکہ قرآن پاک میں بھی اس بارے میں واضح اشارات موجود ہیں۔

مسٹر غامدی قرآن سے روشنی لینے کے بجائے کینیڈا سے روشنی لیتے ہیں اس لئے ان کو تو قرآنی وہ آیات نظر نہیں سکتیں ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو بیان کیا گیا ہے لیکن مسلمانوں کے لئے ہم وہ آیات اور احادیث نقل کر دیتے ہیں جن میں نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیان کیا گیا ہے۔

آیت: وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اُن کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسٰی بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا۔ اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اُس کی شبیہ کا ایک بنادیا گیا۔ اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں۔ مگر یہی گمان کی پیروی۔ اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس (حضرت عیسٰی علیہ السلام) کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے، اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا"۔[النساء، آیت:۱۵۹،۱۵۸،۱۵۷]۔

اگر ان آیات بینات کا باغور جائزہ لیں تو اس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کی نفی کی جارہی ہے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کب ہوگی؟ اور اگر نہیں ہوگی تو پھر قرآن مجید کی اس آیت کا کیا مطلب ہوگا:

" كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ "

ترجمہ کنزالایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے"۔[اٰل عمران، آیت:۱۸۵]۔

لامحالہ اس کا مطلب یہی ہوا کہ ابھی حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ وحیات ہیں ان کی دوبارہ آمد ہوگی اور ان کی وفات بھی ہوگی جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے جس کو ہم آگے بیان کریں گے۔

اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام واپس نہیں آئیں گے تو یہ آیت کب پوری ہوگی جس کے مطابق تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لائیں گے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام قیامت کے قریب واپس آئیں گے اور تمام عیسائی مسلمان ہو جائیں گے اورآپ علیہ السلام صلیب کو توڑ دیں گے (27)اور پوری دنیا میں صرف دینِ اسلام ہوگا اور بقیہ تمام مذاہب ختم ہوجائیں گے۔

سورہ الِ عمران کی آیت:۴۶ میں ارشاد باری تعالی ہے " وَ یُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ "۔

ترجمہ کنزالایمان:" لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا"۔[اٰل عمران، آیت:۴۶]۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پالنے اور پختگی کی عمر میں کلام کرنے کو ذکر فرمایا ہے ۔حضرت عیسٰی علیہ السلام کا پالنے میں کلام کرنے کاواقعہ سورہ مریم آیت:۲۹ ... تا.۳۳... میں بیان ہوا ہے۔پکی عمر کی مدت قرآن کریم کے مطابق چالیس سال ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے " حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً "

ترجمہ کنزالایمان:"یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا"۔

[سورۃ الاحقاف، آیت:۱۵]۔

قرآن کریم کے بعد احادیث کا مطالعہ کریں تو قرآن کریم میں موجود نزول حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اشارات کی تصدیق ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو....۳۳....برس کی عمر میں اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا تھا اور بائیبل میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے اور احادیث کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام سات سال زمین میں رہیں گے اور چالیس برس کی عمر میں وہ لوگوں سے کلام کریں گے پھر ان کی وفات ہو جائے گی تب قرآن مجید کی اس آیت کی خبر کا ظہور ہوگا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام

پختگی کی عمر میں بھی لوگوں سے کلام کریں گے۔ اس آیت کریمہ میں بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دوبارہ آمد کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

درج ذیل آیت کریمہ میں تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دوبارہ نزول کو قیامت کی نشانی قرار دیا گیا ہے:

" وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرٰطٌ مُّسْتَقِيْمٌ "

ترجمہ کنزالایمان: "بیشک عیسٰی قیامت کی خبر ہے تو ہر گز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرے پیرو ہونا یہ سیدھی راہ ہے" [الزخرف، آیت:٦١]۔

اس آیت میں میں انہ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو قیامت کی نشانی قرار دیا گیا ہے سید المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"(وَ اِنَّهٗ) يَعْنِي نزُول عِيسَى ابْن مَرْيَم(لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) لبَيَان قيام السَّاعَة وَيُقَال عَلامَة لقِيَام السَّاعة"

ترجمہ: بے شک اس یعنی حضرت عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کا نزول قیامت کی خبر ہے (لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) میں قیامت کے قائم ہونے کا بیان ہے اس کو قیامت کی علامت بھی کہا جاتا ہے"۔

[تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، ص:۴۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ لبنان]۔

اسی طرح تفسیر ابن کثیر، ج:۷، ص:۲۱۵، مطبوعہ دار الکلب العلمیہ بیروت۔

تفسیر البغوی، ج:۴، ص:۱۶۵، مطبوعہ احیاء التراث بیروت۔

تفسیر القرطبی، ج:۱۷، ص:۱۱۷، دار الکتب المصریہ۔

تفسیر بیضاوی، ج:۵، ص:۹۴، مطبوعہ مکتبہ داراحیاء بیروت۔

احکام القرآن للجصاص، ج:۵، ص:۲۶۵، مطبوعہ داراحیاء بیروت۔

تفسیر النسفی، ج:۳، ص:۱۷۹، مطبوعہ مکتبہ دارالکلم بیروت میں اور اس کے علاوہ دیگر تفاسیر میں ہے (لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) سے مراد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔

حدیث سے بھی ابن عباس کے قول کی تائید ہوتی ہے۔(28) "عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ، فَقَالَ: مَا تَذَاكَرُونَ؟ قَالُوا: نَذْكُرُ السَّاعَةَ، قَالَ: " اِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ - فَذَكَرَ - الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَاَجُوجَ وَمَاْجُوجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذَلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ اِلَى مَحْشَرِهِمْ"

ترجمہ: حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت ہے کہ ہم باتیں کر رہے تھے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے ہو۔ ہم نے کہا ہم قیامت کا ذکر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دھویں اور دجال اور دابہ اور سورج کا مغرب سے طلوع اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور یاجوج ماجوج کا ذکر فرمایا اور تین جگہوں کے دھنس جانے کا بھی ذکر فرمایا ایک مشرق دوسرا مغرب اور تیسرا جزیرہ عرب میں اور پھر یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کے میدان میں جمع کر دے گی"۔

[صحیح مسلم، حدیث:۳۹، ابن ماجہ، حدیث:۴۰۵۵، ترمذی، حدیث:۲۱۸۳]۔

سنن ابوداؤد میں ہے "عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ - يَعْنِي عِيسَى - وَانهُ نَازِلٌ، فَاِذَا رَاَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، كَاَنَّ رَاْسَهُ يَقْطُرُ، وَاِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى

الْإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَهَا اِلَّا الاِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، فَيَمْكُثُ فِي الاَرْضِ ارْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفى فَيُصَلِّي عَلَيهِ الْمُسْلِمُونَ"

ترجمہ: ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا میرے اور عیسٰی کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور بیشک عیسٰی اتریں گے جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لو وہ ایک ایسے شخص ہیں جو متوسط قد و قامت کے ہوں گے اور سرخی اور سفیدی کے درمیان ان کی رنگت ہوگی، وہ ہلکے زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے، ان کے بالوں سے پانی ٹپکتا معلوم ہوگا اگرچہ وہ تر نہ ہوں گے۔ وہ لوگوں کے قبولیت اسلام تک جہاد کریں گے اور صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے اور اللہ تعالٰی ان کے زمانے میں اسلام کے سواء سب مذہبوں کو مٹا دے گا اور وہ دجال مسیح کو قتل کریں گے۔ پھر چالیس برس کی عمر تک دنیا میں رہیں گے پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے"۔

[سنن ابوداؤد۔ ج:۴، ص:۱۱۷، رقم الحدیث:۴۳۲۴، مطبوعہ مکتبۃ العصریہ بیروت]۔

(۱۱) مسٹر غامدی اور داڑھی کا وجوب

مسٹر غامدی کے دین "غامدیت" کی رو سے داڑھی ضروری نہیں ہے۔

مسٹر غامدی سے ایک سوال پوچھا گیا کہ "میں نے کچھ عرصہ پہلے داڑھی رکھی مگر میری امی اور سب گھر والوں کو پسند نہ آئی کیونکہ بال ٹھیک طرح سے نہ آئے تھے۔ اب امی بار بار مجھے داڑھی کٹوانے کا کہتی ہیں، کیا میں اسے کٹوا سکتا ہوں؟"

مسٹر غامدی کی ویب سائٹ پر جواب دیا گیا "عام طور پر اہل علم داڑھی رکھنا دینی لحاظ سے ضروری قرار دیتے ہیں، تاہم ہمارے نزدیک داڑھی رکھنے کا حکم دین میں کہیں بیان نہیں ہوا، لہذا دین کی رو سے داڑھی رکھنا ضروری نہیں ہے"۔

۔[www.urdu.understanding,islam.org]

مسٹر غامدی نے پہلے تو سنت کی من مانی تعریف کی اور سنت کو دین ابراہیمی کی روایات قرار دیا اور پھر سنت میں وہ چیزیں گنوائیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے فطرت میں سے قرار دیا تھا ۔لیکن کیونکہ مسٹر غامدی کے دین کا منبع اور ماوی مغرب ہے اور اہل مغرب آج کل داڑھی مونچھ دونوں سے صاف ہیں (29) اس لئے مسٹر غامدی مغرب کی مخالفت کس طرح کر سکتے تھے لہذا انہوں نے فطرت کی وہ چیزیں تو لے لیں جن پر اہل مغرب کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا جیسے مونچھیں تراشنا بدن کے فاضل بال دور کرنا ،ناخن کاٹنا وغیرہ لیکن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ؐ تک ہر نبی نے جس چیز (داڑھی) کو اختیار اور پسند کیا اس کو مسٹر غامدی شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر گئے ۔اور ان کی شیطانی طبیعت جوش پر آئی تو داڑھی کا دین سے ہونے کا ہی انکار کر دیا اور بیسیوں احادیث جن میں داڑھی رکھنے کا حکم دیا اور داڑھی نہ رکھنے والوں پر شدید تھدید فرمائی ان سب کو دین سے ہی خارج قرار دے دیا۔

کثیر صحیح احادیث میں حضور نبی کریم ﷺ کا داڑھی رکھنے کا واضح فرمان موجود ہے اسی وجہ سے علماء اسلام نے داڑھی کو واجب قرار دیا ہے ۔

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية ،الحديث"

ترجمہ:"دس چیزیں فطرت میں سے ہیں ۔ مونچھیں کم کرانا اور داڑھی (حد شرع تک) چھوڑ دینا" الحدیث۔

[صحیح مسلم، حدیث:۵۶، سنن ابوداؤد، حدیث:۵۳، سنن ترمذی، حدیث:۲۷۵۷]۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:"معناه انها من سنن الانبياء"

ترجمہ:اس کا معنی یہ ہے کہ دس چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں۔

[شرح صحیح مسلم، ج:۱، ص:۱۲۹، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی]۔

صحیح بخاری میں ہے: حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں"خالفوا المشرکین واوفوا اللحیٰ واعفوا الشوارب"

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھیاں پوری رکھو اور مونچھیں کم کردو"۔

[صحیح بخاری، حدیث: ۵۸۹۲، صحیح مسلم، حدیث: ۵۳]۔

صحیح مسلم میں ہے"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم جزوا الشوارب وارخوا اللحیٰ خالفوا المجوس.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھیں کٹواؤ، داڑھیاں بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

[صحیح مسلم، ج:۱، ص:۲۲۲، مطبوعہ دارالحیاء بیروت]۔

امام ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:"فی حدیث ابی هريرة رضی الله عنه عند مسلم خالفوالمجوس وهوالمراد فی حدیث ابن عمر رضی الله عنهما فانهم کانوا یقصون لحاهم ومنهم من کان یحلقها".

ترجمہ: امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت نقل فرمائی ہے اس میں خالفوالمشرکین کی بجائے خالفوالمجوس کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بھی یہی مراد ہے کیونکہ مجوسیوں کی عادت تھی کہ وہ اپنی داڑھیاں کاٹتے تھے اور ان میں سے بعض لوگ اپنی داڑھیوں کو مونڈتے تھے"۔[فتح الباری ج۱۰، ص۳۴۹، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت]۔

نیز امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فحصل خمس روایات، اعفوا، واوفوا، وارخوا، وارجو، ووفروا ومعناها کلها ترکها علی حالها هذا هوالظاهرمن الحدیث الذی یقتضیه الفاظه و هوالذی قاله جماعة من اصحابنا وغیرهم من العلماء۔

ترجمہ: احادیث میں داڑھی بڑھانے کے متعلق پانچ قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

(۱) اعفوا. داڑھیاں چھوڑو

(۲) واوفوا. داڑھیوں پوری رکھو(30)

(۳) وارخوا. ڈاڑھیاں بڑھاؤ

(۴) وارجو . داڑھیاں چھوڑے رکھو

(۵) وفروا. داڑھیاں بڑھاؤ

ان تمام الفاظ کے معنی داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دینا ہے اور یہی ان احادیث کے الفاظ کا ظاہر ہے اور یہی وہ معنی ہے ں جن کو ہمارے اصحاب اور دیگر علماء نے بیان کیا ہے"۔

[شرح صحیح مسلم، ج:۱، ص:۱۲۹، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی]۔

البدایۃ والنھایۃ میں ہے"عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بعث بکتابه مع رجل الیٰ کسریٰ ٹٹودخلا علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وقد حلقا لحاھما و اعفیا شواربھما فکره النظر الیھما وقال و یلکما من امرکما بھذا؟ قالا امرنا ربنا یعنیان کسریٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولکن ربی امرنی باعفاء لحیتی وقص شاربی".

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک قاصد کو شاہ ایران کی طرف اسلام کا پیغام دے کر بھیجاٹٹٹٹ شاہ ایران کے دو قاصد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف نظر کرنا بھی پسند نہ کیا اور فرمایا تمھاری ہلاکت ہو تمہیں ایسی شکل بنانے کا حکم کس نے دیا ہے؟ وہ بولے یہ ہمارے رب یعنی شاہ ایران کا حکم ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم فرمایا ہے"۔

[البدایۃ والنہایۃ: ج۴ ص ۳۰۷، مطبوعہ دارالحیاء بیروت]۔

رسول اللہ ﷺ تو داڑھی رکھنے کا حکم رب تعالی کی طرف منسوب فرمائیں لیکن مسٹر غامدی کا دین تو مغرب سے درآمد شدہ ہے اس لئے ان کے نزدیک داڑھی کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

داڑھی کے بارے میں احادیث پاک میں وارد ہونے الفاظ امر کے صیغے ہیں اگر داڑھی رکھنا محض عادتاً تھا اور دین کا حکم نہیں تھا تو امت کو رسول اللہ ﷺ نے اتنی تاکید کے ساتھ یہ حکم کیوں ارشاد فرمایا؟۔اور وہ افراد جو ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے اور غیر مسلم بادشاہ کی طرف سے سفیر بن کر آئے تھے ان پر رسول اللہ ﷺ شدید اظہار کراہیت فرمایا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسٹر غامدی کے نظریات اور اس کے دین(غامدیت) کا اسلامی شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔وہ اپنے ذاتی نظریات کو اور مغربی سامراجی ایجنڈے کو اسلام کے نام پر پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دے رہا ہے ۔ایسے نظریات کا حامل شخص بدترین مخلوق معتزلہ، خوارج، منکر حدیث، قرآن میں معنوی تحریف کرنے والا، قرآن کی تفسیر بالرائے کرنا والا، خواہش پرست، گمراہ بددین، مسلمانوں کے لئے آستین کا سانپ ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسٹر غامدی اور اس کے نظریات کو ماننے والے لوگوں کا سماجی بائیکاٹ کریں اور اس کے نظریات پر مبنی کتابوں اور لٹریچر سے کوسوں دور رہیں اور اس کے کسی بھی قسم کے پروگرام کو ہر گز نہ سنیں۔اور ٹی وی مالکان اور ان کی انتظامیہ پر لازم ہے کہ ایسے گمراہ نظریات رکھنے والے شخص کو اپنے ٹی وی چینل پر ہرگز موقعہ نہ دیں اور مغربی سامراج کے ایجنڈے کا ساتھی بننے کے بجائے اسلام اور پاکستان کا ساتھ دیں۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: " وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ "